قَالَ تَعَالَىٰ:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ﴾

(الحجرات: ٦)

جماعت اہل حدیث پر الزامات کا جائزہ

ترتیب:

ابو زید ضمیر

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَـٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَـٰدِمِينَ ﴾

جماعت اہل حدیث

پر

الزامات کا جائزہ

ترتیب

ابوزید ضمیر

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

کتاب کا نام	:	جماعت اہل حدیث پر الزامات کا جائزہ
ترتیب	:	ابوزید ضمیر
سن اشاعت	:	دسمبر ۲۰۱۳ء
صفحات	:	۷۲
تعداد	:	۱۰۰۰۰
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی: 14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070 ٹیلیفون: 022-26520077
- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709، فون: 02356-264455
- جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی: 226526 / 225071

فہرست مضامین

عرض ناشر

حق وباطل کی معرکہ آرائی ازل سے جاری ہے، لیکن تاریخ شاہد عدل ہے کہ معرکہ آرائی کی اس طویل تاریخ میں باطل کو کبھی غلبہ وسر بلندی، فتح وکامرانی نصیب نہ ہوئی، بلکہ ہمیشہ اسے منہ کی کھانی پڑی، معرکہ آرائی کا نتیجہ شکست وریخت، پسپائی اور حسرت وناکامی کی شکل ہی میں ظاہر ہوا اور آئندہ بھی ہوگا، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

(بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ)

بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو حق باطل کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے، تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہاری لئے باعث خرابی ہیں۔ [الانبیاء:۱۸]

آج امت اسلامیہ کی بھی کچھ یہی حالت ہے' اہل حق کے ساتھ دنیا کے دیگر اقوام وملل کے شانہ بہ شانہ اسلام کے نام لیوا شرک وبدعات، تقلید وتعصب اور جمود وتعطل کے خوگروں اور تعقل پرستوں کی بھی ستیزی کاری اور معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری ہے، لیکن انہیں ناکامی اور حسرت کے سوا کبھی کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ایسی صورت میں باطل پرستوں کا ہمیشہ سے ایک شیوہ یہ رہا ہے کہ وہ حق کی روشنی کو روکنے کے لئے بے جا بہتان بازی، الزام تراشی، جھوٹے اتہامات، شبہات واعتراضات اور پروپیگنڈوں کا سہارا لیتے ہیں تا کہ متلاشیان حق کو اس سے متنفر کر کے اپنے ناپاک منصوبوں میں کامیاب ہو سکیں، مگر حق کے دلائل وبراہین اپنے اندر کچھ ایسی فطری قوت وتمازت رکھتے ہیں جن سے ان کے دجل وفریب کی قلعی کھل جاتی ہے، بودے الزامات کافور ہو جاتے ہیں اور حق کے نور سے ان کے منصوبے جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔

زیر نظر رسالہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں ایسے ہی دس الزامات واتہامات کا جائزہ لیا گیا ہے' جنہیں اکثر وبیشتر مخالفین جماعت اہل حدیث اور اس کی مبنی بر کتاب وسنت منہجی دعوت سے بھولے بھالے عوام کو بہکانے اور ورغلانے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں' اور غلط فہمیاں پھیلا کر ان کے ذہنوں کو حق سے دور کرنے کی سعی نامسعود کرتے ہیں۔ یہ رسالہ برادرم ابو زید ضمیر وفقہ اللہ کا تحریر کردہ ہے جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں' میدان دعوت وتربیت میں اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں، اس عمدہ کوشش پر اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کی خصوصی توجہ اور اراکین جمعیت کے مشورہ سے شعبہ نشر واشاعت' صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے اس کی طباعت عمل میں آرہی ہے' باری تعالی سے دعا گو ہوں کہ اس رسالہ کو مفید بنائے اور عوام الناس کو منہج اہل حدیث سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

17 / دسمبر 2013
ممبئی

ابو عبد اللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی
(شعبہ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
(inayatullahmadani@yahoo.com)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}، {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً}. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً}.

أما بعد: فإن خير الحديث كلام الله، وخير الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار.

کسی فرد یا جماعت کے بارے میں رائے قائم کرنے یا فیصلہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ تعصب سے بلند ہو کر حقائق کی بنیاد پر رائے قائم کی جائے، یہ طریقہ عین ایمان وتقویٰ کا تقاضہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ محض بدگمانیوں کو حقائق کا درجہ دیتے ہوئے مجرد تعصب کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے۔ بدقسمتی سے انسانوں کی اکثریت اسی دوسرے راستے پر گامزن دکھائی دیتی ہے۔ اکثر لوگ حقائق کے بجائے محض گمان کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ)

اُن میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور گمان حق کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا، اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ [سورۃ یونس:36]

جس طرح دِن کے اجالے کو اندھیرا کہہ دینے سے وہ اندھیرا نہیں ہوجاتا اُسی طرح ذاتی رجحانات اور گمان حقائق کو بدل نہیں سکتے۔ عدل وانصاف کی راہ سے ہٹ کر کیے گئے فیصلے سچائی کو نہیں بدلتے لیکن انسان کی سوچ، عمل اور انجام کو برباد کردیتے ہیں۔

کوئی آدمی سامنے کھڑا ہو اور ایک آدمی آنکھیں بند کیے اُس کی شکل وصورت اور لباس کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے تو کوئی بھی شخص اس کو تحقیق اور عقلمندی کا نام نہیں دیتا لیکن افسوس کی بات ہے کہ جب اہلحدیث کے بارے میں فیصلہ کرنے کا موقع آتا ہے تو اکثریت اِسی طرزِ عمل کا ثبوت دینے لگتی ہے۔

کتنے لوگ ہیں جو اہلحدیث سے محض بدگمانی کی بنیاد پر ناراض ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے پوچھا جائے کہ کیا واقعی آپ نے اِس چیز کی تحقیق خود کی ہے؟ جو عقیدہ یا اصول اہلحدیث سے جوڑا جارہا ہے کیا خود آپ نے اُسے اہلحدیث کی زبان سے سُنا یا پڑھا ہے؟ تو اُن سے اِس کا جواب اثبات میں نہیں ملتا بلکہ اُن کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے کسی اور سے یہ بات سُنی ہے کہ اہلحدیث یوں کہتے ہیں اور یوں کرتے ہیں! اگر وہ واقعی کسی اہلحدیث سے براہ راست پوچھ لیتے تو حقیقت بالکل کھل کر سامنے آجاتی۔ ساری بدگمانیاں اور ناراضگیاں ختم ہوجاتیں لیکن افسوس کہ لوگ اِس چیز کی ہمت نہیں کرپاتے اور اُجالے کے بجائے اندھیرے ہی میں جینے کو اختیار کرلیتے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''أَلَا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا''۔

جب انہیں معلوم نہیں تھا تو انھوں نے پوچھا کیوں نہیں؟

(سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ)[سنن ابی داود تحقیق الالبانی 336](حسن)

اہلحدیث کے سلسلہ میں عوام میں بہت ساری غلط فہمیاں ہیں جو ان کے دلوں میں اہلحدیث سے نفرت کا سبب ہیں۔ وہ قریب آکر اہلحدیث علماء سے خود نہیں پوچھتے کیونکہ انہیں ڈرایا جاتا ہے کہ اگر تم اہلحدیث حضرات کے قریب بھی گئے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

یہ رسالہ اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو اہلحدیث کی دعوت اور منہج کو جاننا چاہتے ہوں انہیں اختصار کے ساتھ کچھ بنیادی باتیں معلوم ہو جائیں تا کہ انہیں اپنی پچھلی معلومات پر نظر ثانی کر کے حقیقت پسندانہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اہلحدیث کے سلسلہ میں غلط فہمیوں اور الزامات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اِس رسالہ میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض اہم شبہات ہی کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ مزید تفصیلی بحث وتحقیق کے لیے اہلحدیث علماء کی لکھی کتابوں یا خود علماء کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اہلحدیث سے متعلق عام غلط فہمیاں کیا ہیں اور اِس سلسلہ میں اہلحدیث کا واقعی موقف کیا ہے۔

پہلی غلط فہمی:

اہل حدیث ایک نیا فرقہ ہے جو انگریزوں کی ایجاد ہے

اہلحدیث کے سلسلہ میں پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ یہ ایک نیا فرقہ ہے، ماضی میں اس فرقہ کا وجود نہیں تھا، ہندوستان میں انگریزوں نے اس فرقہ کی بنیاد ڈالی ہے۔

یہ محض تاریخی حقائق سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ کیا اہلحدیث ماضی میں نہیں تھے؟ کیا یہ انگریزوں کی دین ہیں؟ کیا اہلحدیث کی تاریخ سو یا دوسو سال سے زیادہ پرانی نہیں؟ آیئے دیکھتے ہیں حقیقت کیا ہے۔

ا۔ اہل حدیث کے امام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۱)

ابن کثیر اللہ تعالی کے فرمان: {يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ} [اُس دن ہم تمام لوگوں کو اُن کے امام کے ساتھ بلائیں گے]۔ [الاسراء: 71] کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: هَذَا أَكْبَرُ شَرَفٍ لِأَصْحَابِ الْحَدِيثِ لِأَنَّ إِمَامَهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم

سلف میں سے بعض کا کہنا ہے کہ یہ اصحاب الحدیث کا سب سے بڑا اشرف ہے کیونکہ ان کے امام اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ [تفسیر ابن کثیر: سورۃ الاسراء 71]

---

(۱) قال الخطيب:

وَكُلُّ فِئَةٍ تَتَحَيَّزُ إِلَى هَوًى تَرْجِعُ إِلَيْهِ أَوْ تَسْتَحْسِنُ رَأْيًا تَعْكُفُ عَلَيْهِ سِوَى أَصْحَابِ الْحَدِيثِ فَإِنَّ الْكِتَابَ عُدَّتُهُمْ وَالسُّنَّةُ حُجَّتُهُمْ [شرف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي 7]

الخَطِيبُ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ البغدادي [392 هـ 463 هـ]

تفسیر ابن کثیر تمام علمی حلقوں میں ایک قابلِ اعتماد تفسیر ہے۔ ابن کثیر [۲] 701 ہجری میں پیدا ہوئے اور 774 ہجری میں اُن کی وفات ہوئی۔ وہ نہ ہندوستان کے تھے نہ اُس زمانہ میں انگریزوں کا کوئی وجود تھا۔ پھر ابن کثیر نے اہلحدیث کے سلسلہ میں یہاں اپنا قول نہیں بلکہ اپنے سے پہلے کے اہل علم کا قول ذکر کیا ہے جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سلف میں اصحاب الحدیث نام سے پائے جانے والے اہل علم اللہ کے نبی ﷺ کو اپنا امام مانتے تھے۔

کیا صرف اتنی بات ہی اِس مفروضہ کی تردید کے لیے کافی نہیں کہ آج سے سات سو سال سے بھی زیادہ پرانی کتاب میں ایک قابلِ اعتماد مفسر، محدث اور مورخ نے اہل حدیث کی شان کے سلسلہ میں قرآن کی آیت اور سلف کے قول سے استدلال کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اہلحدیث کا وجود ابن کثیر سے بھی قدیم ہے۔

۲۔ امام ابو حنیفہ کے اصحاب کے دور میں اہل حدیث کا وجود

حنفی مذہب کی کتاب درمختار کی شرح ردالمحتار میں ابن عابدین لکھتے ہیں:

''حُكِيَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ خَطَبَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ ابْنَتَهُ فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ الْجُوزَجَانِيِّ فَأَبَى إِلَّا أَنْ يَتْرُكَ مَذْهَبَهُ فَيَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ الِانْحِطَاطِ وَنَحْوُ ذَلِكَ فَأَجَابَهُ فَزَوَّجَهُ ...''۔

ایک حکایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ ابوبکر الجوزجانی [۳] کے زمانہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب

---

(۲) إسماعيل بن عمر بن كثير بن ضو بن درع القرشي البصروي ثم الدمشقي، أبو الفداء، عماد الدين: حافظ مؤرخ فقيه. ولد في قرية من أعمال بصرى الشام، وانتقل مع أخ له إلى دمشق سنة 706 هـ ورحل في طلب العلم. وتوفي بدمشق. تناقل الناس تصانيفه في حياته. [الأعلام للزركلي (1/ 320)]

(۳) أبو بكر الجوزجاني: تلميذ أبو سليمان الجوزجاني الذي هو تلميذ الإمام محمد بن الحسن الشيباني [الفوائد البهية ص12]

میں سے ایک شخص نے اصحاب الحدیث میں سے کسی کے ہاں اسکی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس [اہلِ حدیث] نے انکار کر دیا، ہاں مگر اس شرط پر کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے اور امام کے پیچھے قرأت کرے اور رکوع کے وقت رفع الیدین کرے وغیرہ۔ اُس شخص نے یہ شرط قبول کر لی لہٰذا اِس (اہلحدیث) نے اپنی بیٹی کا نکاح اُس سے کر دیا۔

[رد المحتار: کتاب الحدود: [فُرُوعٌ] ارْتَدَّتْ لِتُفَارِقَ زَوْجَهَا تُجْبَرُ عَلَى الْإِسْلَامِ]

ابوبکر جُوزجانی امام محمد بن حسن الشیبانی کے شاگرد ابوسلیمان جوزجانی کے شاگرد ہیں۔ امام محمد خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

اِس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب کے زمانہ میں بھی اہلحدیث کا وجود تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اہلحدیث اس زمانہ میں بھی بعض فقہی مسائل جنہیں فروعی کہہ کر بے وزن قرار دیا جاتا ہے مثلاً قراءۃ خلف الامام، رفع الیدین وغیرہ کا خاص طور سے اہتمام کرتے تھے۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث حضرات دین کے معاملہ میں بہت سنجیدہ اور پختہ تھے۔ اُن کے نزدیک دین رشتہ داری سے زیادہ اہم تھا۔ اپنی بچیوں کا نکاح کرنے سے قبل وہ رشتہ بھیجنے والے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور سُنت کے اہتمام پر آمادہ کر لیا کرتے تھے۔ اِس حکایت سے اہل حدیث کا نہ صرف قدیم ہونا معلوم ہوتا ہے بلکہ اُن کا شروع ہی سے دین کے سلسلہ میں بے لچک ہونا معلوم ہوتا ہے جو خود دینی پختگی اور ثابت قدمی کی دلیل ہے۔ بلکہ ہم اِس سے بھی پہلے کے دور کا جائزہ لیں تو بھی اہل حدیث کا وجود مل جاتا ہے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یوسف رحمہا اللہ کا اہل حدیث کی طرف میلان

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''كَانَ أَبُو يُوسُفَ الْقَاضِي يُحِبُّ أَصْحَابَ الْحَدِيثِ وَيَمِيْلُ إِلَيْهِمْ''۔

ابو یوسف القاضی اصحاب الحدیث سے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں کی طرف مائل تھے۔

[تاریخ بغداد: من اسمہ یعقوب]

لیجیے اہل حدیث کا وجود نہ صرف امام ابوحنیفہ کے شاگردِ خاص امام ابو یوسف القاضی کے دور میں ثابت ہو گیا بلکہ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اہل حدیث سے خود امام ابو یوسف متاثر تھے بلکہ ان کی طرف مائل بھی تھے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ کیا کوئی قابل قدر شخصیت اہل حدیث میں شمار کی گئی ہے جس کا علمی مقام اہل علم کے نزدیک بھی مسلَّم ہو اور جسے عام آدمی بھی پہچانتا ہو؟ آیئے یہ بات بھی حنفی مذہب ہی کی ایک مشہور کتاب سے معلوم کرتے ہیں۔

۴۔ امام بخاری اہل حدیث میں سے تھے

عین الہدایہ میں لکھا ہے:

ہم نے اجماع کیا کہ شافعی و مالکی و حنبلی بلکہ تمام اہل حدیث مثل امام بخاری وغیرہ و ابن جریر طبری حتی کہ علمائے ظاہریہ سب اہل السنۃ والجماعۃ برحق ہیں اور سب کا تمسک قرآن واحادیث اہل السنۃ پر عقائد حقہ کے ساتھ ہے۔ [عین الہدایہ ج 1 ص 538]

یہاں کئی چیزیں قابل غور ہیں۔

۱۔ حنفی حضرات کا اجماع ہے کہ تمام اہل حدیث اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور برحق ہیں۔

۲۔ اہل حدیث ظاہریہ نہیں ہیں بلکہ دونوں الگ ہیں۔

۳۔ مفسر امام ابن جریر الطبری اور محدث امام بخاری دونوں اہل حدیث تھے۔

امام بخاری جیسی جلیل القدر شخصیت کا نام شافعی، مالکی و حنبلی کی بجائے اہل حدیث کی مثال میں ذکر کرنا نہ صرف اہلِ حدیث کی قدامت کی دلیل ہے بلکہ شرف بھی ہے۔

یہاں یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ اہل حدیث کے سلسلہ میں خود امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری کی کیا رائے ہے۔

۵۔ امام احمد و بخاری وابن مبارک کے نزدیک اہل حدیث الطائفہ المنصورہ ہیں

مختلف الفاظ وطرق سے ایک حدیث بخاری مسلم ودیگر کتب میں آئی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ''۔

میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم (یعنی دین) پر قائم رہے گا۔ اُن کا ساتھ چھوڑنے والے یا اُن کی مخالفت کرنے والے اُنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ (یعنی قیامت) آجائے اور وہ لوگوں پر غالب ہی رہیں گے۔ [صحیح مسلم: کتاب الامارۃ 3548]

یہ طائفہ (جماعت) کون ہیں؟ اس کے جواب کے لیے آیئے دیکھتے ہیں امت کے جلیل القدر ائمہ کا کیا کہنا ہے؟

فضل بن زیاد کہتے ہیں:

''سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَذَكَرَ حَدِيثَ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ فَقَالَ: إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَصْحَابَ الْحَدِيثِ فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ؟''۔

میں نے امام احمد کو سنا، انہوں نے یہ حدیث بیان کی [میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی] تو فرمایا: اگر یہ اصحاب الحدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟

[شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی 42]

یعنی امام احمد کے نزدیک یہ جماعت اہلِ حدیث کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

''يَعْنِي أَصْحَابَ الْحَدِيثِ''۔

(حدیث میں مذکور طائفہ سے) مراد اصحاب الحدیث ہیں۔

[شرف أصحاب الحدیث للخطیب البغدادی 45]

عبداللہ بن مبارک تبع تابعین میں سے ہیں۔اُن کی شخصیت امت میں کتنی مسلّم ہے یہ بات امام ذہبی کے قول سے معلوم ہوتی ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

''حَدِيثُهُ حُجَّةٌ بِالإِجْمَاعِ''۔

عبداللہ بن مبارک کی بیان کی ہوئی حدیثوں کے حُجت (یعنی قابلِ قبول) ہونے پر اجماع ہے۔

[سیر اعلام النبلاء ایڈیشن الرسالہ (8/380)]

اس جماعت کے بارے میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''هُمْ عِنْدِي أَصْحَابُ الْحَدِيثِ''۔

وہ (یعنی حق پر قائم رہنے والی جماعت) میرے نزدیک اصحاب الحدیث ہیں۔

[شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی 41]

یہاں کوئی یہ نہ کہے کہ ان عبارات میں لفظ اصحاب الحدیث آیا ہے اہل حدیث نہیں۔ یاد رکھئے اہل حدیث اور اصحاب الحدیث دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔خود محدثین دونوں کا استعمال کرتے تھے۔

مثلاً اسی حدیث کے سلسلہ میں محدث علی بن مدینی فرماتے ہیں:

''هُمْ أَهْلُ الْحَدِيثِ''۔

وہ (یعنی حق پر قائم رہنے والی جماعت) اہلُ الحدیث ہیں۔

[سنن الترمذی 2229، شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی 9]

یہاں علی بن مدینی نے اصحاب الحدیث کے بجائے اہل حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔علی بن مدینی کون ہیں؟علی بن مدینی کا مقام بتانے کے لیے امام بخاری کا قول کافی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

''مَا اسْتصغرتُ نَفْسِي إِلاَّ بَيْنَ يَدَي عَلِيّ بنِ المَدِيْنِيّ ''۔

علی بن مدینی کے سوا مجھے کسی اور کے سامنے اپنے چھوٹے ہونے کا احساس نہیں ہوا۔

[سیر اعلام النبلاء ایڈیشن الرسالۃ (12 / 420)]

اِن تمام اقوال سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سلف میں لفظ اہل حدیث معروف تھا اور یہ اُس جماعت پر بولا جاتا تھا جو قیامت تک حق پر قائم رہے گی۔

ایک شبہہ کا ازالہ:

یہاں ایک غلط فہمی دور کرنا ضروری ہے۔وہ یہ کہ بعض لوگوں کو یہ شبہہ ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اہل حدیث کا لفظ محدثین کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ کسی فرقہ یا جماعت کے لیے۔وہ کہتے ہیں کہ جیسے تفسیر کے ماہر کو مفسر یا اہل تفسیر کہتے ہیں اسی طرح حدیث کے میدان میں ماہرین کو محدثین یا اہل حدیث کہتے ہیں،لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اِس کے غلط ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر واقعی اہل حدیث سے مراد محض محدثین ہیں تو پھر حدیث میں قیامت تک حق پر قائم رہنے والی جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے اُس میں سے مفسرین اور فقہاء کو خارج کرنا پڑے گا۔حدیث کے الفاظ میں غور کرنے سے اِس خیال کی غلطی اور بھی واضح ہوجاتی ہے کیونکہ حدیث میں اہل حدیث کا تذکرہ اہلِ باطل کے بالمقابل کیا گیا ہے نہ کہ اہلِ فقہ واہلِ تفسیر کے بالمقابل۔

اپنی اِس بات کی مزید وضاحت کے لیے ہم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا قول پیش کرنا مناسب

سمجھتے ہیں جو انہیں کی کتاب غُنیۃ الطالبین میں موجود ہے۔

۶۔ اصحاب الحدیث ہی اہل السنۃ ہیں

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَاعْلَمْ أَنَّ لِأَهْلِ الْبِدَعِ عَلَامَاتٌ يُعْرَفُونَ بِهَا فَعَلَامَةُ أَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِي أَهْلِ الْأَثَرِ. وَعَلَامَةُ الزَّنَادِقَةِ تَسْمِيَتُهُمْ أَهْلَ الْأَثَرِ بِالْحَشْوِيَّةِ، وَيُرِيْدُوْنَ إِبْطَالَ الْأَثَرِ. وَعَلَامَةُ الْقَدَرِيَّةِ تَسْمِيَتُهُمْ أَهْلَ الْأَثَرِ مُجْبِرَة. وَعَلَامَةُ الْجَهْمِيَّةِ تَسْمِيَتُهُمْ أَهلَ السُّنَّةِ مُشَبِّهَةِ. وَعَلَامَةُ الرَّافِضَةِ تَسْمِيَتُهُمْ أَهْلَ الْأَثَرِ نَاصِبَة. وَكُلُّ ذٰلِكَ عَصَبِيَّةٌ وَغِيَاظٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ. وَلَا إِسْمَ لَهُمْ إِلَّا إِسْمٌ وَاحِدٌ، وَهُوَ أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ. وَلَا يَلْتَصِقُ بِهِمْ مَا لَقَّبَهُمْ بِهِ أَهْلُ الْبِدَعِ كَمَا لَا يَلْتَصِقُ بِالنَّبِيِّ ﷺ تَسْمِيَةُ كُفَّارِ مَكَّةَ سَاحِرًا وَشَاعِرًا وَمَجْنُونًا وَمَفْتُونًا وَكَاهِنًا. وَلَمْ يَكُنْ اسْمُهُ عِنْدَ اللهِ وَعِنْدَ مَلَائِكَتِهِ وَعِنْدَ إِنْسِهِ وَجِنِّهِ وَسَائِرِ خَلْقِهِ إِلَّا رَسُولاً نَبِياً بَرِيئاً مِنَ الْعَاهَاتِ كُلِّهَا''۔

اور یہ جان لو کہ اہل بدعت کی کچھ علامات ہیں جن سے وہ پہچان لیے جاتے ہیں۔ ان کی ایک علامت اہلِ اثر کی عیب جوئی کرنا ہے۔ لہٰذا زنادقہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل اثر کو حشویہ کہتے ہیں، اور اس سے ان کا مقصد محض آثار کو رد کرنا ہوتا ہے۔ قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل اثر کو مجبرہ کہتے ہیں۔ جہمیہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مشبہ کہتے ہیں۔ رافضہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل اثر کو ناصبہ کہتے ہیں۔ اور (اہل بدعت کی یہ ساری باتیں) اہلِ سنت سے ان کے تعصب اور بھڑاس کا نتیجہ ہیں۔ اور ان کا (یعنی اہل سنت کا) تو بس ایک ہی نام ہے اور وہ ہے اصحاب الحدیث۔ بدعتیوں کے دیے ہوئے ان تمام برے القاب کا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کفارِ مکہ اللہ نے نبی ﷺ کو

ساحر، شاعر، مجنون، مفتون اور کاہن جیسے القاب دیئے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ، اس کے فرشتوں، انسانوں، جنوں اور تمام مخلوق کے نزدیک اُن تمام برائیوں سے پاک ایک رسول اور نبی تھے۔

[غنیۃ الطالبین ج1 ص166]

درج بالا عبارت میں بعض باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اہلِ حدیث کا تذکرہ باطل فرقوں کے بالمقابل کیا ہے۔

۲۔ اُن کے نزدیک اہلِ حدیث کے خلاف بے بنیاد باتیں گھڑنا باطل فرقوں کی علامت ہے۔

۳۔ اُن کے نزدیک اہلِ حدیث اور اہلِ سنت ایک ہی ہیں۔

۴۔ اہلِ سنت کا ایک ہی نام ہے: اصحاب الحدیث۔

اِس پوری گفتگو کے بعد سوال یہ ہے کہ کیا اب بھی اہل حدیث کو ایک نیا فرقہ کہہ کر مشکوک بنانا صحیح ہے؟ ہم اس کا جواب قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

✦ ✦ ✦

دوسری غلط فہمی:

اہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں

اہل حدیث کے سلسلہ میں دوسری غلط فہمی بلکہ الزام یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم نہیں کرتے۔ بہت سے لوگ لاعلمی کے سبب اہل حدیث کو گستاخِ رسول سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض حضرات تو اہل حدیث کے عقیدہ سے اس قدر ناآشنا ہوتے ہیں کہ وہ صاف کہہ دیتے ہیں" اہل حدیث رسول کو نہیں مانتے"۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ قابل تعظیم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تمام نبیوں اور رسولوں سے بلند ہے۔ ہمارے اس عقیدہ کی بنیاد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''أنا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ القيامَةِ ولا فَخرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الحَمْدِ ولا فَخْرَ وما مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إلَّا تَحْتَ لِوَائِي''۔

قیامت کے دن میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا، اور (میں یہ بطورِ) فخر نہیں (کہہ رہا ہوں)۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ کوئی نبی، خواہ آدم ہوں یا کوئی اور، ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو۔

(مسند احمد، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ) عن ابی سعید۔ [صحیح الجامع 1468] (صحیح)

قیامت کے دن تمام نبیوں کا سید ہونا آپ ﷺ کی دوسرے نبیوں پر فضیلت کی دلیل ہے۔ یہ بات اہل حدیث کے نزدیک مُسلَّم ہے۔

۱۔ اہل حدیث نبی ﷺ کو آپ کے واقعی مقام سے نہیں بڑھاتے

لیکن جہاں نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنی شان بتائی ہے وہیں اس بات کی بھی تاکید کی ہے کہ ہم آپ کی تعظیم میں غلو سے بچیں اور آپ کی تعظیم میں نصاریٰ کی طرح حدیں پار نہ کر جائیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''لَا تُطْرُونِي (۴) كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ''۔ [صحیح بخاری: احادیث الانبیاء 3445] عن عمر

میری تعریف میں حد سے آگے نہ نکل جانا جس طرح نصاریٰ ابن مریم کی تعریف میں حد سے آگے نکل گئے۔ میں تو بس اللہ کا ایک بندہ ہوں، لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔

نصاریٰ (عیسائی) حضرت عیسیٰ کو ماننے والے لوگ تھے۔ عیسیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے باوجود وہ گمراہ ہو گئے۔ نصاریٰ کی گمراہی کیا تھی؟ انھوں نے عیسیٰ ﷺ کو بندگی کے مرتبہ سے بڑھا کر رب اور معبود کا مرتبہ دے دیا۔ انھوں نے عیسیٰ ﷺ کی تعریف بیان کرنے میں اتنا غلو کیا کہ اللہ کی ذات وصفات میں انہیں اللہ کا شریک بنا دیا۔ کسی نے انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا (۵) تو کسی نے انہیں اللہ ہی قرار

---

(۴) وَقَالَ ابْنُ التِّينِ: مَعْنَى قَوْله {لَا تُطْرُونِي} لَا تَمْدَحُونِي كَمَدْحِ النَّصَارَى حَتَّى غَلَا بَعْضهمْ فِي عِيسَى فَجَعَلَهُ إِلَهًا مَعَ اللَّه وَبَعْضهمْ ادَّعَى أَنَّهُ هُوَ اللَّه، وَبَعْضهمْ ابْن اللَّه. [فتح الباري: الحدود: رَجْم الْحُبْلَى فِي الزِّنَا إِذَا أُحْصِنَتْ]

(۵) قال تعالى: {وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا (88) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (89) تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (90) أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا (91) وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا (92) إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا} [مريم: 88_93]

دے دیا(۶)۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کے باوجود کافر ہو گئے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے امت مسلمہ کو نصاریٰ کے اس طرز عمل سے منع کیا ہے لہٰذا فرمانِ نبوی کی تعمیل میں اہل حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کی جائے لیکن اس میں آپ ﷺ کی عبدیت اور بندگی کا پہلو ذہنوں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔

خود اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ وَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي(۷) الَّتِي أَنْزَلَنِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ''۔

اے لوگو! اپنے آپ کو بچائے رکھو، کہیں شیطان تمہیں بھٹکا نہ دے، میں محمد بن عبد اللہ ہوں، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی قسم، مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ تم مجھے میرے اس مقام سے بڑھا دو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔ (مسند احمد) عن انس بن مالک (صحیح) [الصحیحۃ 1097]

یہاں دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ نبی ﷺ کو خود یہ بات پسند نہیں کہ آپ کو آپ کے واقعی مقام سے بڑھایا جائے۔

۲۔ شیطان کو یہ بات بہت پسند ہے کہ وہ مسلمانوں کو غلو میں مبتلا کر کے گمراہ کر دے۔

لہٰذا اہلحدیث ہمیشہ سے اس چور دروازے کی نگرانی کرتے رہے ہیں جہاں سے شیطان کے آنے کا امکان ہے اور ہمیشہ رہے گا تا کہ وہ امت کو غلو کی اِس بیماری سے بچا سکیں جس میں نصاریٰ مبتلا ہو گئے

---

(۶) قال تعالیٰ: { لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ } [المائدۃ: 17]

(۷) قال ﷺ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ (حم ن هـ ك) عن ابن عباس. (صحيح) 2680 صحيح الجامع. [اللفظ لابن ماجة] [صحيح ابن ماجة 2455 الصحيحة 1283]

اور جسکے نتیجہ میں وہ حامل وحی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کے دشمن قرار پائے۔ (۸)

اہل حدیث کو گستاخ ثابت کرنے کے لیے بعض حضرات کچھ باتیں بطورِ مثال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اہل حدیث نبی ﷺ کو نور نہیں مانتے بلکہ آپ کو بشر مانتے ہیں، اہل حدیث آپ ﷺ کو عالم الغیب نہیں مانتے اور آپ ﷺ کو اللہ کے تقرب کا وسیلہ نہیں مانتے وغیرہ۔ آیئے دیکھتے ہیں ان باتوں کی واقعی حقیقت کیا ہے۔

۲۔ نور و بشر کا مسئلہ

بعض حضرات کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ نور سے بنے ہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ قرآنی آیت ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ)

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور آچکا ہے اور ایک کھلی کتاب بھی۔

[سورۃ المائدۃ:15]

ابن الجوزی نے اِس آیت کی تفسیر میں {نور} کے سلسلہ میں دو اقوال ذکر کیے ہیں۔ ایک یہ کہ نور

---

(۸) قال تعالیٰ: {وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (30) اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ} [التوبة: 30، 31]

قال تعالیٰ: {وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (116) مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (117) إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} [المائدة: 116 118]

سے مراد خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرا قول یہ کہ اس سے مراد اسلام ہے۔

لیکن کیا نبی تخلیق کے اعتبار سے نور ہیں یا پھر آپ تبیین یعنی اندھیرے میں چھپے حق کو سامنے لانے کے اعتبار سے نور ہیں؟ مفسرین نے اس سوال کا جواب دیا ہے۔

ابن جریر الطبری فرماتے ہیں:

''یَعْنِي بِالنُّورِ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم الَّذِي أَنَارَ اللهُ بِهِ الْحَقَّ وَأَظْهَرَ بِهِ الْإِسْلَامَ وَمَحَقَ بِهِ الشِّرْكَ فَهُوَ نُورٌ لِمَنْ اسْتَنَارَ بِهِ يُبَيِّنُ الْحَقَّ وَمِنْ إِنَارَتِه الْحَقَّ تَبْيِينه لِلْيَهُودِ كَثِيرًا مِمَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ''۔

یہاں نور سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حق کو ظاہر کیا، اسلام کو غالب کر دیا اور شرک کو مٹا دیا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کے لیے نور ہیں جو آپ سے روشنی حاصل کرے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو روشن کرنے ہی میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی اُن چیزوں کی تبیین (وضاحت) کر دی جنہیں یہود لوگوں سے چھپا دیا کرتے تھے۔ [جامع البیان تحقیق احمد شاکر 10/143]

اگر اس آیت ہی کو پورا پڑھا جائے تو بات واضح طور پر سمجھ میں آ جاتی ہے۔

آیت اس طرح ہے:

(يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ)

اے اہل کتاب، تمہارے پاس ہمارا رسول آ چکا ہے جو اُن بہت چیزوں کی تبیین کرتا ہے (یعنی صاف بیان کر دیتا ہے) جنہیں (اللہ کی) کتاب میں سے تم چھپا دیا کرتے تھے اور وہ تمہاری بہت سی

باتوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور آ چکا ہے اور ایک کھلی کتاب بھی، جس کے ذریعہ اللہ اُن لوگوں کی جو اُس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں سلامتی کی راہیں چلاتا ہے اور گمراہیوں سے نکال کر اپنے اِذن سے نور کی طرف لے آتا ہے اور اُنہیں صراط مستقیم کی طرف گامزن کر دیتا ہے۔ [سورۃ المائدۃ:15،16]

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اہل حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام بشر نہیں بلکہ خیر البشر مانتے ہیں۔ اگر آپ کو بشر ماننا آپ کی شان میں گستاخی ہے تو ذرا یہ بھی دیکھ لیں کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی اور مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کیا عقیدہ تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشر ہی تھے۔

[مسند احمد 26237] شعیب الارنؤوط نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اب کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی گستاخِ رسول کہا جائے! نہیں، بلکہ خود اپنے عقیدہ کی اصلاح کرنی پڑے گی۔

۳۔ علم غیب کا مسئلہ

اہل حدیث یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتاً فوقتاً ایسی باتیں بتائیں جو غیب میں سے تھیں۔ جنت جہنم، زمین و آسمان، ماضی و مستقبل کی بہت سی خبریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے آپ کو بتائی گئیں۔ لیکن علم غیب اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ اس میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ اِس سلسلہ میں حضرت عائشہ ہی کا عقیدہ اور اسی کے ساتھ اُن کا فتویٰ بھی سُن لیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُونُ فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ''(۹) وَاللهُ يَقُولُ:
{قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ}(۱۰)

جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ بتا دیا کرتے تھے کہ آنے والے دن میں کیا چھپا ہے تو اس نے اللہ پر نہایت سنگین جھوٹ باندھا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ} کہو، آسمان و زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ [سورۃ النمل:65][صحیح مسلم: کتاب الایمان 259]

یہی عقیدہ جو حضرت عائشہ کا تھا وہی اہل حدیث کا ہے۔ اس عقیدہ کی بنیاد پر کیا کوئی مسلمان حضرت عائشہ کے عقیدہ کی صحت پر اعتراض کرنے کی ہمت کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو اہل حدیث اسی عقیدہ کے سبب کس بنیاد پر مجرم قرار دیئے جاتے ہیں؟ مزید غور طلب بات یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے عقیدہ کی تائید میں قرآن کریم کی آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔ لہٰذا اسے محض ان کی ذاتی رائے قرار دینا بھی غلط ہوگا۔

۴۔ توسل اور وسیلہ کا مسئلہ:

ایک اعتراض اہل حدیث پر یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اہل حدیث نبی ﷺ کو وسیلہ نہیں بناتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک اللہ سے تقرب کا واحد ذریعہ عقیدہ و عمل میں نبی ﷺ کی اتباع ہے۔ نبی ﷺ کی اتباع اللہ کی رضا اور مغفرت کا واحد اور یقینی وسیلہ ہے۔ جو آدمی نبی ﷺ کی سنتوں کو نظر انداز کر کے من مانی طریقے ایجاد کرے اور ان کو وسیلہ مان کر اللہ سے امید

---

(۹) وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ [ت: تفسیر القرآن: 3068] (صحیح)

(۱۰) أَعْظَمُ الْفِرْيَةِ عَلَى اللهِ مَنْ قَالَ: إِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى رَبَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِنَ الْوَحْيِ وَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ (حب) [التعلیقات الحسان 60] (صحیح)

لگائے تو نہ صرف یہ عمل بے فائدہ ہے بلکہ بدعت اور آخرت میں اللہ کی سزا کا سبب ہے۔

وسیلہ کے سلسلہ میں صحابہ کا طرز عمل کیا تھا؟ خلیفۂ راشد عمر بن الخطاب ہی کے اسوہ کو دیکھیں تو واضح ہو جائے گا کہ صحابہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ذات کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے یا نہیں۔

انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں:

''أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ''۔

عمر بن خطاب کا معاملہ یہ تھا کہ جب بھی قحط ہوتا تو وہ عباس سے بارش کی دعاء کراتے۔ یوں کہتے: اے اللہ پہلے ہم اپنے نبی کا وسیلہ اختیار کرتے تھے اور تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ اختیار کر رہے ہیں لہذا ہم پر بارش برسا دے، چنانچہ بارش ہو جاتی۔

[صحیح بخاری: کتاب الجمعہ 1010]

حضرت عمر کے جملہ پر غور کریں کہ "اے اللہ پہلے ہم اپنے نبی کا وسیلہ اختیار کرتے تھے" یعنی نبی کی دعا کا وسیلہ نہ کہ آپ کی ذات وشخصیت کا وسیلہ، کیونکہ اگر نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کی ذات کے وسیلہ سے دعا کرنا صحیح ہوتا تو حضرت عمر نبی ﷺ کی ذات کو چھوڑ کر عباس رضی اللہ عنہ کا انتخاب نہ کرتے، جبکہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس اب بھی جا سکتے تھے اور آپ کی ذات کے وسیلہ سے دعا کر سکتے تھے، معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ آپ ﷺ کی ذات کا نہیں بلکہ آپ کی دعا کا وسیلہ تھا جو اب وفات کے بعد نہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کے ہاں کسی کے نام یا ذات کے وسیلہ سے دعا کرنے کا طریقہ تھا ہی نہیں بلکہ اس کے بجائے کسی نیک شخص سے دعا کروانے کا طریقہ تھا۔ لہذا عمر نے نبی ﷺ کی

وفات کے بعد آپ کے چچا سے دعا کروائی۔

یہاں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر جا کر آپ سے دعا کی درخواست کا طریقہ بھی صحابہ کے ہاں نہیں تھا ورنہ حضرت عمر اس موقعہ پر ضرور ایسا کرتے۔ بس اہلحدیث اسی طریقہ پر عامل ہیں جو عمر سے ثابت ہوتا ہے کہ زندہ حاضر صالحین سے دعا کروائی جائے۔ لیکن اس کے برعکس ان کا نام لے کر ان کی ذات وسیلہ سے دعا کروانا ایک ایسا عمل ہے جو نہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کے عمل سے۔

تیسری غلط فہمی:

اہل حدیث صحابہ کو نہیں مانتے اور ان کی اہانت کرتے ہیں

اہل حدیث سے متعلق تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ اہل حدیث صحابہ کو نہیں مانتے، صحابہ کی بات کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک صحابہ عقیدہ و عمل دونوں کے اعتبار سے اُسوہ اور دلیل ہیں۔

۱۔ اہل حدیث کے نزدیک اہل حق وہ ہیں جو نبی ﷺ اور صحابہ کے راستے پر ہوں

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي''۔

اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور یہ سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول، وہ ایک (فرقہ) کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: وہ جو اس (راستے) پر ہوں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(سنن الترمذی) عن ابن عمرو۔ [صحیح الجامع 5343] (حسن)

اہل حدیث کے نزدیک بعد کے دور میں پیدا ہونے والے اختلافات کے وقت حق اور اہل حق کو پہچاننے کا معیار صحابہ ہیں۔ جو لوگ نبی ﷺ کی سنت اور صحابہ کے منہج کے پابند ہوں وہی اہل حدیث

کے نزدیک حق پر ہیں۔ جو حضرات قرآن وسنت کے نصوص کی من مانی تشریحات کو دلیل کا مقام دے کر اُمت میں بدعات اور خرافات ایجاد کرتے ہیں ان کی تردید میں بھی اہل حدیث صحابہ ہی کے طرز اور اصولوں کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔

ان تمام شواہد کے باوجود محض کم فہمی کی بنیاد پر اہل حدیث پر طعن کرنا یا ان کے خلاف الزام تراشی کرنا ہمیشہ سے بعض لوگوں کا طریقہ کار رہا ہے اور رہے گا۔ لیکن بے دلیل الزامات اپنی تردید کے لیے خود ہی کافی ہوتے ہیں۔

۲۔ صحابہ کو بُرا کہنے والا نبوی لعنت کا مستحق ہے

اہل حدیث کے نزدیک صحابہ کو سب وشتم کرنے والا، ان کی شان کو گھٹانے کی کوشش کرنے والا، ان پر سے امت کے اعتماد کو مجروح کرنے کی کوشش کرنے والا لعنت کا حقدار ہے، کیونکہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے شخص کو ملعون قرار دیا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ''۔

جو میرے صحابہ کو گالی دے (یا برا کہے) اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (طب) عن ابن عباس۔ [صحیح الجامع 6285] (حسن)

۳۔ صحابہ نبی ﷺ کے مقابلہ میں خلیفہ راشد کی بات بھی چھوڑ دیتے تھے

ہر صحابی کا مقام واحترام مسلّم ہے۔ لیکن بڑی سے بڑی شخصیت بھی دلیل سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔ دلائل کا وزن ہمیشہ شخصیات سے زیادہ ہوتا ہے۔

صحابہ کے نزدیک خلفائے راشدین قابل احترام تھے۔ وہ ان کے حکم اور فیصلے تسلیم کر لیا کرتے تھے۔ لیکن صحابہ نبی ﷺ کی بات کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی شخصیت کی بات بھی قبول کرنے سے

انکار کردیتے تھے۔ وہ اکابرین کی گستاخی نہیں کرتے تھے لیکن وہ ان کے احترام کے نام پر ان کی بات کو کتاب وسنت پر ترجیح دینے والوں میں سے بھی نہیں تھے۔

اس کی ایک بہترین وضاحت حضرت علی کے ایک فیصلہ اور اس پر عبداللہ بن عباس کے تبصرہ سے ہوجاتی ہے۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَأَحْرَقَهُمْ فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ لِنَهْيِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَقَتَلْتُهُمْ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ''۔

حضرت علی کے پاس کچھ زنادقہ (مرتد لوگوں) کو لایا گیا، تو انھوں نے ان سب کو جلا دیا۔ جب یہ خبر ابن عباس کو پہنچی تو انھوں نے کہا: اگر (ان کی جگہ فیصلہ کرنے والا) میں ہوتا تو ان لوگوں کو جلانے کا حکم نہ دیتا کیونکہ اللہ کے رسول نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ بلکہ میں انہیں (جلانے کے بجائے بطورِ سزا) قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو اپنا دین بدل دے اُسے قتل کردو۔

[صحیح بخاری: کتاب استتابۃ المرتدین 6922]

ایک روایت میں ہے:

''فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيًّا فَقَالَ صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ''۔ [سنن الترمذی بتحقیق الالبانی 1458] (صحیح)

(ابن عباس کی) یہ بات حضرت علی کو معلوم تو انھوں نے کہا: ابن عباس نے سچ کہا۔

اس واقعہ میں ایک طرف ابن عباس کی حق گوئی کا نمونہ ہے تو دوسری طرف علی کے اعترافِ حق کی مثال بھی ہے۔ ابن عباس نے علی کے فیصلہ کے مقابلہ میں نبی کی حدیث بیان کی اور کہا کہ میں ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا۔ ابن عباس نے یہ نہیں کہا کہ علی نے جو بھی کیا ان کے پاس اس کی کچھ نہ کچھ دلیل ضرور ہوگی۔ بلکہ جو حق خود ان کے پاس تھا اس کی روشنی میں حضرت علی کے فیصلہ سے اپنے اختلاف کا اظہار

کیا۔ حضرت علی نے بھی ان کے اس طرز عمل کو غلطی، گمراہی یا بے ادبی قرار نہیں دیا بلکہ صاف الفاظ میں خود اس کی تصدیق وتائید کی۔

۴۔ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں کسی کا قول تسلیم نہیں کرتے تھے

اس سلسلہ میں خود حضرت علی کا طریقہ بھی اس سے مختلف نہ تھا۔ وہ بھی اسی اصول کے پابند تھے کہ چاہے کیسی بھی شخصیت کیوں نہ ہو اس کا قول وعمل نبی ﷺ کے قول وعمل کے مقابلہ میں قابل اقتداء نہیں۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی ایک روایت میں موجود ہے۔

مروان بن حکم کہتے ہیں:

’’شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رضی الله عنهما وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا. فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ لِقَوْلِ أَحَدٍ‘‘۔

میں اس وقت حضرت عثمان وعلی عنہما کے پاس موجود تھا جب حضرت عثمان تمتع سے منع کر رہے تھے کہ (حج اور عمرہ) دونوں کو جمع نہیں کرنا چاہیے۔ جب حضرت علی نے یہ چیز دیکھی تو کہا: ’’لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ‘‘ اور دونوں کو جمع کیا۔ اور کہا: میں محض کسی کے قول کی بنیاد پر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔ [صحیح بخاری: الحج 1563]

علی نے نبی کی سنت کے مقابلہ میں عثمان کے فیصلے کو قبول نہیں کیا۔ مذکورہ دونوں روایتوں میں حضرت ابن عباس اور علی رضی اللہ عنہما کے طرز عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ خود خلفائے راشدین کی وہ بات جو نبی کے قول وعمل سے ٹکرائے تسلیم نہیں کرتے تھے۔

یہی اصول اہل حدیث کا ہے۔ مجموعی طور پر صحابہ کی بات حجت ہے لیکن جب ان میں آپس میں کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں ترجیح اسی بات کو دی جائے گی جس کے حق میں دلیل موجود

ہو۔اور کتاب وسنت کے مقابلہ میں کسی کی بات نہیں لی جائے گی۔

ان دونوں واقعات میں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ کبھی اکابر صحابہ تک بھی نبی کی کوئی بات نہیں پہنچ پاتی تھی اور اس کے نتیجہ میں کبھی ان سے اسکے برخلاف اجتہاد واقع ہوجا تا تھا۔اس پر دوسرے صحابہ خیر خواہی کے جذبہ سے انہیں تنبیہ کردیا کرتے تھے۔

✦ ✦ ✦

چوتھی غلط فہمی:

اہل حدیث
اولیاء اللہ کے منکر ہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل حدیث اولیاء اللہ کو نہیں مانتے۔ اس بات کو مزید شوشہ بنا کر بعض مقررین اہل حدیث کے خلاف عوام کو بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث ولایت کو مانتے ہیں بلکہ قیامت تک اس دروازے کے کھلا رہنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

ا۔ اہل حدیث کے نزدیک اولیاء کون ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ)

خبردار، اللہ کے اولیاء پر (آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لے آئے اور پرہیزگاری کا اہتمام کرتے رہے۔ [سورۃ یونس:63،62]

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ بعض بندوں کو اُن کے کمالِ ایمان اور دوامِ تقویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خصوصی طور پر ولایت عطا فرماتا ہے، انہیں اپنا خاص اور مقرب بنا لیتا ہے۔ اس بات کا انکار کرنا قرآنِ کریم اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا ہے۔ اہل حدیث اِن تمام نصوص پر ایمان رکھتے ہوئے اولیاء اللہ کے مقام کو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن قرآن کی مذکورہ آیت میں جہاں اولیاء کا شرف اور انکے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدے ذکر کیے

گئے ہیں وہیں ان کی صفات بھی بیان کردی گئی ہیں جن کی بنیاد پر اولیاء کو یہ مقام نصیب ہوا ہے۔ وہ صفات کیا ہیں؟ وہ دو چیزیں ہیں: کمالِ ایمان اور کمالِ تقویٰ۔ اہل حدیث کا اعتقاد ہے کہ قوی ایمان اور پرہیزگاری سے آراستہ زندگی کے بغیر آدمی اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں بن سکتا۔ وہی شخص اللہ تعالیٰ کی ولایت کا حقدار ہے جس کا عقیدہ صحیح ہو اور اسکی زندگی تقویٰ شعاری کا نمونہ ہو۔

لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اس پیمانے کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے من مانی اصولوں کی بنیاد پر جس کو چاہتے ہیں ولی بنا دیتے ہیں، چاہے اس کی زندگی امام الانبیاء محمد عربی ﷺ کی تعلیمات کے کتنی ہی خلاف کیوں نہ ہو، چاہے ایمان وعمل سے اُس کا دور کا بھی رشتہ نہ ہو۔ بعض عجیب وغریب چیزوں کے صادر ہونے کو ولایت کا معیار بنا لیتے ہیں اور نتیجے میں ایسے لوگوں کو بھی اللہ رب العالمین کا ولی بنا دیتے ہیں جو نماز روزہ ترک کر کے نشے میں مست زبان سے خرافات بکنے میں مصروف رہتے ہوں۔ جب بصیرت کی آنکھوں پر عقیدت کی پٹی بندھ جاتی ہے تو ایسے ہی کرشمے وجود میں آتے ہیں۔

۲۔ اہل حدیث کے نزدیک عجائبات ولایت کی دلیل نہیں

بعض خرق عادت (عجیب وغریب) چیزیں کسی کو ولی ثابت کرنے کے لیے دلیل نہیں بن سکتیں بلکہ اصل کسوٹی قرآن وسنت کی پابندی ہے۔ آیئے اس بارے میں معلوم کرتے ہیں کہ امام شافعی نے کیا اصول بیان کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَمْشِي عَلَى الْمَاءِ وَيَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ فَلَا تَغْتَرُّوا بِهِ حَتَّى تَعْرِضُوا أَمْرَهُ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ"۔

جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ پانی پر چل رہا ہے یا ہوا میں اڑ رہا ہے تو اُس کی اس چیز سے ذرا بھی دھوکہ نہ

کھاؤ جب تک کہ اس کے معاملہ کو کتاب وسنت (کی کسوٹی) پر پرکھ نہ لو۔ [البدایہ والنہایہ ج13 ص217]

یعنی کوئی کتنی ہی کرامتیں کیوں نہ دکھاوے اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ معلوم ہوا کہ محض کرامت کی بنیاد پر کسی کو ولی کا مقام دینا اہل علم کا طریقہ نہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک واقعی ولی وہ ہے جس کا عقیدہ وعمل، ظاہر وباطن دونوں قرآن وسنت کی اتباع سے آراستہ ہو۔

اسی بات کو دوسری صدی کے ایک مشہور عالمِ دین خلیل بن احمد الفراہیدی [۱۱] نے جو کبارِ تبع تابعین میں سے ہیں بیان کیا ہے۔

خلیل بن احمد الفراہیدی فرماتے ہیں:

''إِنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ أَوْلِيَاءَ اللهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ وَلِيٌّ''۔

اگر قرآن وحدیث والے اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر زمین پر اللہ کا کوئی ولی نہیں۔

[شرف اصحاب الحدیث رقم 96]

یعنی اللہ کے ولی ہونے کے واقعی حقدار وہ لوگ ہیں جو قرآن وحدیث کے حامل اور ان پر عامل ہوں۔

۳۔ اہل حدیث کے نزدیک نفع نقصان دینے والا اللہ ہے

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اولیاء کو ماننا اور اولیاء کی قبروں سے مانگنا دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ پہلی چیز عین ایمان کا تقاضا ہے جبکہ دوسری چیز توحید کے بالکل منافی۔

اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ کائنات میں اللہ ہی کی مرضی چلتی ہے۔ انسان پر راحت وتکلیف کے جو بھی حالات آتے ہیں وہ اللہ ہی کے فیصلہ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اللہ کی مرضی کے بغیر نہ کوئی کسی کو کچھ دے

---

[۱۱] الخليل بن أحمد الأزدي الفراهيدي من كبار أتباع التابعين (الوفاة: بعد 160 هـ وقيل 170 هـ أو بعدها)

سکتا ہے نہ کسی سے کچھ چھین سکتا ہے۔ کائنات میں مرضی اللہ ہی کی چلتی ہے لہذا ایک مسلمان کو اپنے تمام معاملات میں اللہ ہی سے مدد طلب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)

اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اور اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تمہیں کوئی خیر پہنچانا چاہے تو کوئی نہیں جو اس کے فضل کو تم سے پھیر دے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنا فضل عطا کرتا ہے۔ وہ بڑا مغفرت فرمانے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ [سورۃ یونس 107]

۴۔ اہل حدیث کے نزدیک قبروں کی عبادت اور انہیں سجدہ گاہ بنانا حرام ہے

اولیاء کرام، بلکہ کسی بھی مسلمان کے قبر کی بے حرمتی اہل حدیث کے نزدیک گناہ ہے۔ لیکن اولیاء کی قبروں سے مرادیں مانگنا، اُن کا طواف کرنا اور وہاں جا کر سجدے کرنا، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہمارے مسائل حل کرتے ہیں، ہمیں رزق واولاد عطا کرتے ہیں اور بیماری سے شفاء دیتے ہیں، بلکہ ان کی قبر کی مٹی اور قبر پر رکھے ہوئے کپڑے بھی ہمیں کامیابی اور نجات دلاتے ہیں یہ سارے عقائد واعمال محمد عربی ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے صحابہ کے طرز عمل کے سراسر خلاف ہیں۔ یہ اُس توحید کے خلاف ہے جسے لے کر رسول اللہ ﷺ بھیجے گئے تھے۔ اہل حدیث اولیاء کی تعظیم ضرور کرتے ہیں لیکن انہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت یا الوہیت میں شریک نہیں کرتے۔ وہ انکی قبروں کی بے حرمتی نہیں کرتے لیکن انکی قبروں کو رب یا معبود بھی نہیں بناتے۔

قبروں کو عبادت گاہ بنا لینا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کی پیروی تو ویسے بھی منع ہے لیکن اسلام میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے بارے میں صاف ممانعت بھی موجود ہے۔

خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ ''۔

خبردار، جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد (سجدہ گاہ) بنالیا کرتے تھے، تم ہرگز قبروں کو مسجد (سجدہ گاہ) نہ بنانا۔ میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔ [صحیح مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ 827]

اسلام میں مسجد وہ جگہ ہے جہاں اللہ کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ جب قبروں کو مسجد بنانا جائز نہیں تو خود ان قبروں کو سجدہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ سجدہ عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع کر دیا ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ)

اور یہ رات اور دن اور سورج اور چاند سب اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہذا تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اُس (اللہ) کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اگر واقعی تم اللہ کی عبادت کرنے والے ہو۔ [سورۃ فصلت 37]

توحید کا اقرار کرنے کے بعد شرک کے راستے پر چلنا مومن کا شعار نہیں۔ لہٰذا اہل حدیث کسی بھی تعبدی عمل میں اللہ کے ساتھ کسی شخصیت کو شریک نہیں کرتے چاہے وہ شخصیت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو۔ اہل حدیث اپنی حاجات کی تکمیل کے لیے قبروں میں مدفون صالحین کو نہیں پکارتے۔ اہل حدیث کے نزدیک ایسا کرنا شرک ہے کیونکہ دعا عبادت ہے اور اللہ کے سوا کسی سے دعاء کرنا اسے اللہ کی عبادت

میں شریک کرنا ہے۔

۵۔ اولیاء اللہ خود ایسے شخص کے دشمن ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ)

اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا کسی ایسے کو پکارے جو قیامت کے دن تک اس کی پکار کو سن نہیں سکتا، بلکہ وہ تو ان کی دعاء ہی سے غافل ہیں۔ اور جب (قیامت کے دن) لوگوں کو حشر میں جمع کیا جائے گا تو یہ اُن (پکارنے والوں) کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت کا سرے سے انکار کردیں گے۔[سورۃ الاحقاف 5-6]

اس آیت میں ہر اس شخص کو گمراہ قرار دیا گیا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور سے دعاء کرے۔ آیت کا آخری حصہ بتا رہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور سے دعاء کرنا دراصل اس کی عبادت کرنا ہے۔ لہذا اہل حدیث کے نزدیک اللہ کے سوا قبروں سے یا قبر والوں سے حاجت روائی کی التجا کرنا شرک ہے۔ یہ عمل نہ قرآن وسنت میں ہے نہ صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر یہ واقعی اسلام میں جائز ہوتا تو صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر اپنے دین و دنیا کے مسائل کا حل ضرور طلب کرتے۔

۶۔ اہل حدیث اولیاء کی عبادت کو اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ نہیں بناتے

اہل حدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے تقرب کے لیے اللہ کے بندوں کو واسطہ بنا کر اللہ کی عبادت میں انہیں شریک کرنا حرام ہے۔ تمام عبادات اللہ ہی کے لیے خاص ہیں لہٰذا اللہ کے اولیاء کو اس طرح وسیلہ بنانا کہ ان کے نام سے نذریں مان کر ان کے نام سے جانور ذبح کرنا یا ان کے تقرب کے لیے

جانور ذبح کرنا، ان کی قبروں کا طواف کرنا، ان کی قبروں پر سجدے کرنا وغیرہ یہ تمام چیزیں شرک ہیں۔ بلکہ یہ عین وہی شرک ہے جو نبی ﷺ کے زمانہ میں عرب کے مشرکین کے ہاں پایا جاتا تھا۔ یہ شرک کی وہی قسم ہے جسکی تردید میں قرآن کریم نازل ہوا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ)

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا رکھا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم تو اِن کی عبادت بس اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے کچھ اور قریب کردیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اُن کے اِس اختلاف کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ آج پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ نہیں سجھاتا جو بڑا جھوٹا اور ناشکرا ہو۔ [سورۃ الزمر 3]

عرب کے مشرکین اپنے بتوں کی عبادت اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کرتے تھے۔ ان کا مقصود اللہ تھا لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے جو طریقہ انھوں نے اپنایا تھا وہ غلط تھا۔ اللہ تک پہنچنے کے لیے شیطان نے انہیں وہ راہ سجھائی جو اللہ سے مزید دور کرنے والی تھی۔ اپنے اس عمل کے نتیجہ میں وہ اللہ پر جھوٹ گھڑنے کے مجرم اور ناشکرے کافر قرار پائے۔

اہل حدیث کا یہ ماننا ہے کہ کامیابی کے لیے صرف اچھا مقصد کافی نہیں بلکہ اس مقصد کے حصول کے لیے اختیار کیے ہوئے اسباب کا اللہ اور اس کے رسول کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

✦ ✦ ✦

پانچویں غلط فہمی:

اہل حدیث ائمہ اربعہ کو نہیں مانتے اور انہیں گمراہ کہتے ہیں

اہل حدیث کے بارے میں ایک مغالطہ یہ بھی ہے کہ اہل حدیث ائمہ اربعہ کو نہیں مانتے بلکہ ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور انہیں گمراہ قرار دیتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں اہلحدیث کا واقعی موقف کیا ہے۔

ا۔ اماموں کے بارے میں اہل حدیث کا موقف

اس سلسلہ میں موجودہ دور ہی کے ایک بہت بڑے اہل حدیث عالم شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وَهذَا هُوَ الْقَوْلُ الحَقُّ الْوَسَطُ: نَأْخُذُ مِنْ أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ مَا وَافَقَ الدَّلِيْلُ مِنْ كِتَابٍ وَسُنَّةٍ وَنَتْرُكُ مِا خَالَفَ الدَّلِيْلَ (۱۲) وَنَعْتَذِرُ لِلْعُلَمَاءِ فِي خَطَئِهِمْ

---

(۱۲) وَمِنْهَا تَقْلِيدُ غَيرِ الْمَعْصُومِ أَعنِي غَيرَ النَّبِيِّ الَّذِي ثَبَتَتْ عِصْمَتُهُ وَحَقِيقَتُهُ أَنْ يَجْتَهِدَ وَاحِدٌ مِنْ عُلَمَاءِ الأُمَّةِ فِي مَسْأَلَةٍ فَيَظُنُّ مُتَّبِعُوهُ أَنَّهُ عَلَى الإِصَابَةِ قَطْعًا أَو غَالِبًا فَيَرُدُّوا بِهِ حَدِيثاً صَحِيحاً وَهَذَا التَّقْلِيدُ غَيرُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الأمةُ المَرْحُومَةُ فَإِنَّهُم اتَّفَقُوا على جَوَازِ التَّقْلِيدِ لِلمجتهدينَ مَعَ الْعِلمِ بِأَنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخطِئُ ويصيبُ وَمَعَ الإستشرافِ لِنَصِّ النَّبِيِّ ﷺ فِي المَسْأَلَةِ وَالعزمِ على أنه إذا ظهر حَدِيثٌ صَحِيحٌ خِلَافَ مَا قُلِّدَ فِيهِ تَرَكَ التَّقْلِيدَ وَاتَّبَعَ الحَدِيثَ [حجۃ اللہ البالغۃ ج1 ص212-213]

قال ابن تيمية: أَمَّا وُجُوبُ اتِّبَاعِ الْقَائِلِ فِي كُلِّ مَا يَقُولُهُ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ دَلِيلٍ يَدُلُّ عَلَى صِحَّةِ مَا يَقُولُ فَلَيْسَ بِصَحِيحٍ بَلْ هَذِهِ الْمَرْتَبَةُ هِيَ مَرْتَبَةُ الرَّسُولِ الَّتِي لَا تَصْلُحُ إلَّا لَهُ [مجموع الفتاوی ج35 ص121]

وَنَعْرِفُ قَدْرَهُمْ وَلَا نَنْتَقِصُهُمْ''۔

حق اور عدل پر مبنی قول یہی ہے: ہم علماء وفقہاء کے اقوال میں سے وہ قول قبول کر لیتے ہیں جو کتاب وسنت کی دلیل کے موافق ہو اور اُس قول کو چھوڑ دیتے ہیں جو دلیل سے ٹکراتا ہو اور ہم علماء کی (اجتہادی) خطاء پر انہیں معذور سمجھتے ہیں، اُن کی قدر کرتے ہیں اور اُن کی شان ہرگز نہیں گھٹاتے۔

[الأجوبة المفيدة عن أسئلة المناهج الجديدة: سؤال 25]

اہل حدیث کے نزدیک ائمہ اربعہ معصوم عن الخطا نہیں لیکن قابل احترام ضرور ہیں۔ ان حضرات کی علمی خدمات کا اعتراف نہ کرنا خود اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے، کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ کے لیے ایک نعمت ہیں۔ یہی وہ اکابرین ہیں جنہوں نے اپنے دور میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کیا اور پیش آنے والے متعدد پیچیدہ مسائل میں قرآن وسنت کے نصوص میں غور کر کے امت کی رہنمائی فرمائی۔ ان حضرات کی تحقیق اور علمی خدمات کا فائدہ صرف ان کے اپنے دور کے لئے محدود نہ تھا بلکہ بعد کے ادوار میں بھی امت کے لئے مسائل میں غور وفکر اور طرز اجتہاد میں مشعلِ راہ ہے۔ ان حضرات کی خدمات کی ناقدری واقعی اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے کیونکہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

ائمۂ اربعہ کے بارے میں اہل حدیث کا موقف یہ ہے کہ ان کی علمی خدمات سے استفادہ کیا جائے لیکن ان میں سے کسی ایک ہی کا ہو کر باقی سے تعصب نہ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم ایک امام کی تو ساری باتیں مان لیں اور باقی تین اماموں کی کوئی بات بھی ماننے لیے تیار نہ ہوں۔ اہل حدیث کے نزدیک یہ طرزِ عمل ناانصافی ہے۔ اس طرح کے تعصب سے آدمی تین اماموں کے گراں قدر علمی ورثہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہاں کا اصول ہے کہ ایک امام کے مقابلہ میں باقی تینوں اماموں کی باتوں کو بلا دلیل ترک کر دیا جائے؟ عجیب بات تو یہ ہے کہ اگر اہل حدیث نبی ﷺ کی بات کے مقابلہ میں کسی امام کی

کوئی ایک بات تسلیم نہ کریں تو انہیں اماموں کا مخالف ومنکر بلکہ دشمن وگستاخ قرار دیا جاتا ہے لیکن ایک غیر اہل حدیث محض "اپنے" امام کی تقلید میں ایک ساتھ تین تین اماموں کی باتوں کو بے جھجک چھوڑ دیتا ہے لیکن نہ وہ اماموں کا گستاخ کہلاتا ہے نہ منکر۔ بلکہ اگر وہ "اپنے" امام کے قول کی وجہ سے نبی ﷺ کی بات کو بھی نظر انداز کردے تب بھی اس کے دین وایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اہل حدیث اماموں کی وہ بات تسلیم کرتے ہیں جس پر قرآن وسنت سے دلیل موجود ہو اور ایسی بات کو ترک کردیتے ہیں جو دلیل سے ٹکراتی ہو۔ وہ کسی ایک امام کے تمام اقوال کو قبول کر کے دوسروں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ہر ایک کی مدلل بات تسلیم کرتے ہیں اور ان کی علمی لغزشوں پر تنبیہ کرنے کے باوجود ان کی شان میں گستاخی سے بچتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی مسئلہ میں ان کی بات خلافِ دلیل یا مرجوح بھی ثابت ہو جائے تو خود انکے لیے حسن ظن رکھتے ہوئے عذر تلاش کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے ان تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا انہوں نے اس کا کچھ اور مطلب لیا ہو یا اسے منسوخ سمجھا ہو یا انہیں اسکے معتبر ہونے ہی میں تردد رہا ہو وغیرہ۔

۲۔ مجتہد کے فیصلہ میں خطا وصواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک بڑے عالم سے دین کے معاملہ میں فیصلہ کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب خود نبی کریم کی حدیث میں موجود ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ''۔ [صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ 7352۔ صحیح مسلم: کتاب الاقضیہ 3240]

جب ایک حاکم (مجتہد) فیصلہ کرے اور اس کے لیے خوب اجتہاد (تحقیقی کوشش) کرے پھر اس کا فیصلہ صحیح نکل آئے تو اسکے لیے دو اجر ہیں۔ اور اگر وہ خوب اجتہاد کر کے فیصلہ کرے لیکن وہ فیصلہ کرنے

میں خطا کر جائے تو اُس کے لیے ایک اجر ضرور ہے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

1۔ مجتہد سے فیصلہ کرنے میں کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے۔

2۔ مجتہد کو اجتہادی کوشش کی بنیاد پر خطا کے باوجود ایک اجر ضرور ملتا ہے۔

نبی کے اس ارشاد کے بعد اب کوئی مومن یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ مجتہد سے خطا نہیں ہو سکتی۔

۳۔ اہل حدیث مجتہد کی اجتہادی خطا میں اسکی پیروی نہیں کرتے

یہاں کسی شخص کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ" جس مسئلہ میں خطا کے باوجود مجتہد کو اجر مل رہا ہے اس مسئلہ پر عمل کر کے ہمیں بھی اجر و ثواب ملے گا۔لہذا ہم صحیح ہوں یا غلط ہم ہر حال میں اجر کے مستحق ہیں۔ہمیں مجتہد سے کسی مسئلہ میں اختلاف کرنے کی ضرورت نہیں۔" اگر کوئی شخص اس خیال کو اصول بنائے ہوئے ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔کیونکہ خلیفہ راشد عمر بن الخطاب کا فیصلہ اس خوش فہمی کے قلعہ کو مسمار کرنے کے لیے کافی ہے۔

عمر بن خطاب فرماتے ہیں:

''اَلسُّنَّۃُ مَا سَنَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ لَا تَجْعَلُوا خَطَأَ الرَّأْيِ سُنَّۃً لِلْأُمَّۃِ ''۔

سُنت (طریقہ) وہی ہے جسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے جاری کیا ہے، تم کسی کی (اجتہادی) غلطی کو امت کے لیے سُنّت نہ بنادو۔[جامع بیان العلم 2014، اعلام الموقعین ج1 ص 57]

اس بات کی تائید خود قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾

اور جس معاملہ میں تم سے خطا ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، مگر یہ کہ تمہارے دل پختہ ارادہ

کرلیں (تو جانتے بوجھتے غلط کام پر تمہاری پکڑ ہو سکتی ہے)۔ [سورہ الاحزاب 5]

معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر غلطی کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں، نہ مجتہد کے لیے نہ غیر مجتہد کے لیے۔ لہذا جس شخص پر دلائل کی روشنی میں حق بات واضح ہو جائے اس کے لیے نہ خود غلطی پر جمود اختیار کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے نہ دوسروں کو اس پر چلانے کی۔ خود مجتہدین اپنی خطا کے واضح ہو جانے کے بعد اس سے رجوع کرلیا کرتے تھے۔ لہذا جو شخص ان مجتہدین کے نقش قدم پر چلنے کا دعویٰ کر رہا ہے اسے انہیں کی طرح خطا سے رجوع کر کے حق کی طرف آنے کا ثبوت بھی دینا چاہیے۔

مثال کے طور پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول دیکھ لیجیے۔ اپنے شاگرد امام ابو یوسف سے فرماتے ہیں:

''وَيحك يَا يَعْقُوب. لَا تَكْتُبْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّي ، فَإِنِّي قَدْ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوْمَ وَأَتْرُكُهُ غَدًا ، وَأَرَى الرَّأْيَ غَدًا ، وَأَتْرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ''۔

اے یعقوب تمہارا برا ہو، مجھ سے سُنی ہوئی ہر بات لکھ نہ لیا کرو، کیونکہ آج میری ایک رائے ہوتی ہے تو کل میں اسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل میری ایک رائے ہو تو پرسوں اسے چھوڑ دیتا ہوں [یعنی اس سے رجوع کر لیتا ہوں]۔ [ابن عابدین فی حاشیۃ علی البحر الرائق ج6 ص293]

۴۔ کسی ایک امام کی تقلید کے وجوب پر کبھی بھی اجماع نہیں ہوا (۱۳)

یہاں بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم مجتہد کی باتوں کو اس لیے نہیں چھوڑ سکتے کہ ان کی تقلید پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ تو ان حضرات سے عرض ہے کہ ان کا یہ دعویٰ خود تضاد بیانی اور اختلاف کا شکار ہے۔ عبد الحیی لکھنوی لکھتے ہیں:

---

(۱۳) قال ولي الله الدهلوي رحمه الله:

وَقَدْ صَحَّ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ أَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ وَإِجْمَاعُ التَّابِعِيْنَ أَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ وَإِجْمَاعُ تَبَعِ التَّابِعِيْنَ أَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ عَلَى الإِمْتِنَاعِ وَالْمَنْعِ مِنْ أَنْ يَقْصِدَ أَحَدٌ إِلَى قَوْلِ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ أَوْ مِمَّنْ قَبْلِهِمْ فَيَأْخُذُهُ كُلَّهُ [حجة الله البالغة: باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها]

مذہب معین کی تقلید کے وجوب کے بارے میں ہر زمانہ کے علماء میں اختلاف رہا ہے۔ [مجموع الفتاوی عبدالحیی ص 149 سوال 129 کے جواب میں]

لیجیے "ہر زمانہ" میں "علماء" کسی ایک مذہب کی تقلید کے وجوب پر جمع نہیں ہو سکے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر یہ "اجماع" آخر کس دور میں ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ امت کے کسی فرد کو کسی غیر نبی کی تمام باتوں کا پابند کر دینا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ مسلمان نہ اس پر کبھی جمع ہوئے اور نہ جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ محض دعوے ہیں جن کے پیچھے مسلکی تعصب اور خود ساختہ مذہبی تفوق کے سوا اور کوئی "دلیل" نہیں۔ بلکہ اجماع تو اس کے برخلاف پر ہوا ہے۔

خود اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اُس پر عمل جائز نہیں، کہ حق دائر و منحصر ان چار میں ہے، مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں اس لیے کہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہلِ ھویٰ ہی ہوں وہ اس اتفاق سے الگ رہے۔ دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔ [تذکرۃ الرشید ج 1 ص 131]

یہاں کئی باتیں سامنے آئیں۔

۱۔ بعض باتوں پر اجماع کا دعویٰ تو ہے مگر بے دلیل ہے۔

۲۔ حق چار مسلکوں میں منحصر ہونے کا دعویٰ دلیل کی رو سے صحیح نہیں۔

۳۔ تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع ہوا ہی نہیں۔

اس بات کو سامنے رکھا جائے تو کسی امتی کو ایک امام یا چار مسلکوں میں سے کسی ایک کا پابند کرنا ایک بے دلیل چیز کا پابند بنانا ہے جسکے ہر دور میں اہل علم مخالف رہے ہیں۔

چھٹی غلط فہمی:

اہل حدیث علماء کو نہیں مانتے

اہل حدیث کے تقلید شخصی سے احتراز کو بہت سے لوگ علماء بیزاری کے مترادف بنا دیتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اہل حدیث ائمہ اربعہ ہی کی تقلید نہیں کرتے تو دوسرے علماء کو کیا مانیں گے۔ حالانکہ یہ حقیقتِ واقعہ کے بالکل برخلاف ہے۔ اہل حدیث کسی عالم کی شخصیت یا اس کی بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح واجب الاتباع نہیں مانتے لیکن اسکے باوجود وہ علماء کی قدر کرتے ہیں اور دین کے مسائل سمجھنے میں اہل علم سے استفادہ کرنے اور ان سے رہنمائی لینے کو ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ اہل حدیث لاعلمی کی صورت میں اہل علم کی خدمات سے استفادہ کرتے ہیں

خود اللہ تعالی نے لاعلمی کی حالت میں علماء سے استفادہ کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

(فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ)

اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل ذکر (یعنی اہل علم) سے پوچھ لو۔ [سورة النحل 43 سورة الانبیاء 7]

اس آیت سے اہل علم اس بات پر استدلال کرتے آئے ہیں کہ جو شخص علم نہ رکھتا ہو وہ اس کے جاننے والے کی طرف رجوع کرے اور اس سے پوچھ کر اپنے علم میں اضافہ کرے۔

۲۔ علماء کا دنیا سے اٹھایا جانا لوگوں کی گمراہی کا ایک بڑا سبب ہے

اہل علم کا وجود امت کے لیے گمراہیوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور علماء کا فقدان گمراہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ أَنْ أَعْطَاكُمُوهُ انْتِزَاعًا وَلَكِنْ يَنْتَزِعُهُ مِنْهُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِهِمْ فَيَبْقَى نَاسٌ جُهَّالٌ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُفْتُونَ بِرَأْيِهِمْ فَيُضِلُّونَ وَيَضِلُّونَ''۔

اللہ تعالی ایسا نہیں کرے گا کہ علم عطا کرنے کے بعد اُسے تم سے یونہی چھین لے، بلکہ وہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء (ایک ایک کر کے دنیا سے) اپنے علم کے ساتھ اٹھا لیے جائیں گے۔ پھر حال یہ ہوگا کہ بس جاہل رہ جائیں گے جن سے فتوے پوچھے جائیں گے۔ وہ محض اپنی رائے سے فتوے دیں گے اور نتیجہ میں دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے۔

[صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: 7307۔ صحیح مسلم: کتاب العلم 4829,4828] واللفظ للبخاری

اس حدیث کی بنیاد پر اہل حدیث بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ علماء کا وجود امت کے لیے خیر وہدایت کا سبب ہے۔ علماء کی غیر موجودگی نااہلوں کو فتوے بازی کا موقع فراہم کرے گی جو خود انکی اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے گی۔ لہذا ہمیشہ علماء سے جڑے رہنا چاہیے۔

۳۔ اہل حدیث خودخواہشات کی پیروی کی بُرائی کرتے ہیں (۱۴)

بعض لوگوں کو یہ بدگمانی ہے کہ اہل حدیث کی دعوت کا مقصد عوام کو علماء سے آزاد کر کے خواہش پرستی کے راستے پر ڈالنا ہے۔ حالانکہ اعتراض کرنے والوں میں شاید ہی کوئی ہوگا جو یہ نہ جانتا ہو کہ اہل حدیث کے ہاں علماء بھی ہیں اور عوام بھی جو علماء سے دینی مسائل پوچھ کر اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

---

(۱۴) قال ﷺ: اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: قَاضِيَانِ فِي النَّارِ وَقَاضٍ فِي الْجَنَّةِ قَاضٍ قَضَى بِالْهَوَى فَهُوَ فِي النَّارِ وَقَاضٍ قَضَى بِغَيْرِ عِلْمٍ فَهُوَ فِي النَّارِ وَقَاضٍ قَضَى بِالْحَقِّ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

(طب) عن ابن عمر. [صحيح الجامع 4447] (صحيح)

دنیا بھر میں اہل حدیث کے بڑے بڑے دینی مدارس اور جامعات موجود ہیں جن سے ہر سال سیکڑوں ہزاروں طلبہ سند یافتہ ہو کر دینی خدمت کے لیے معاشرہ کا حصہ بنتے ہیں۔

اہل حدیث کی دعوت ہرگز یہ نہیں ہے کہ عوام کو علماء سے دور کر کے انہیں مجتہد کی گدی پر بٹھا دیا جائے۔ بلکہ اہل حدیث کی دعوت یہ ہے کہ عوام کو اس علم کی طرف لایا جائے جسے لے کر اللہ کے رسول آئے۔ اہل حدیث کی دعوت یہ ہے کہ لوگوں میں یہ مزاج پیدا ہو کہ وہ مذہبی و مسلکی تعصب سے اوپر اٹھ کر حق کو تسلیم کرنے والے بنیں، چاہے حق پیش کرنے والا فریق مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ اہل حدیث کی دعوت یہ ہے کہ امت میں باپ دادا، رشتے ناطے، سماج اور خواہشات سے اوپر اٹھ کر اللہ اور اس کے رسول کی بات کو تسلیم کرنے کا مزاج پیدا ہو۔ بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل خواہش پرستی تو یہی ہے کہ باپ دادا، سماج اور مسلکی تعصب کی بنیاد پر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی بات کو تسلیم کرنے سے آدمی گریز کرے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

(فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ)

پھر (اے نبی) اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ سمجھ لیجیے کہ وہ محض اپنی خواہش پر چل رہے ہیں۔ اور اُس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی رہنمائی کی بجائے محض اپنی خواہش کی پیروی کرنے لگے۔ [سورۃ القصص 50]

یعنی اگر لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک نہ کہیں، آپ کی بات کو تسلیم نہ کریں بلکہ سننا بھی گوارا نہ کریں تو یہ ان کے خواہش پرست ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت و رہنمائی کو چھوڑ کر محض گمان اور خواہشات کی پیروی کرنا سب سے بڑی گمراہی ہے۔ جو شخص

اللہ کی طرف سے آئی ہوئی رہنمائی کی مخالفت کرے اس کے راہ حق سے بھٹک جانے اور منزل سے محروم ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

اہل حدیث کے نزدیک جس طرح علماء سے آزاد ہونا گمراہی کا سبب ہے اُسی طرح علماء کے فتووں میں سے اپنی خواہش کے مطابق فتوے تلاش کر کے ان پر عمل کرنا بھی گمراہی ہے۔ایسا کرنے والا شخص بظاہر علماء کی بات کا پابند دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کا غلام ہوتا ہے۔

سلیمان التیمی کہتے ہیں:(۱۵)

''إِنْ أَخَذْتَ بِرُخْصَةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيكَ الشَّرُّ كُلُّهُ''۔

اگر تم ہر عالم سے اُس کے رُخصت (یعنی آسانی) والے فتوے لینے لگو تو تمہارے اندر سارا شر جمع ہو جائے گا۔[جامع بیان العلم:1089]

ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

''هٰذَا إِجْمَاعٌ لَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا''۔

اِس بات پر اجماع ہے، میرے علم میں اِس قول سے کسی کو اختلاف نہیں۔ [جامع بیان العلم:1089]

اپنی چاہت کی تکمیل کے لیے علماء کے اقوال کا سہارا لینا علم کے بجائے جہالت اور خیر کے بجائے شر کہلانے کا زیادہ حقدار ہے۔اہل حدیث کی دعوت ہر قسم کی خواہش پرستی سے بچنے اور کتاب وسنت کے تابع ہونے کی دعوت ہے۔

۴۔ اختلاف کا فیصلہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہونا چاہئے

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو لوگ علماء کی بات ماننے کی تاکید کرتے ہیں اور اہل حدیث کو

---

(۱۵) سليمان بن طرخان التيمي ، أبو المعتمر البصري ، (نزل في التيم فنسب إليهم)
الطبقة : 4 : طبقة تلي الوسطى من التابعين ، المولد : 46 هـ الوفاة : 143 هـ

علماء کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا وہ سارے علماء کی بات مانتے ہیں؟ ایک مسلک کا ہونے کے باوجود بعض اوقات اسی مسلک سے جڑے دو فرقوں کے عالموں میں اتنا سخت اختلاف ہوتا ہے کہ نوبت ایک دوسرے کو گمراہ بلکہ کافر قرار دینے تک پہنچ جاتی ہے۔ایسی صورت میں ہر فرقہ کے علماء اپنے ماننے والوں کو دوسرے فرقہ کے علماء سے روکتے ہیں۔اپنے اس طرز عمل کو وہ علماء کی ناقدری یا مخالفت قرار نہیں دیتے۔ان کے نزدیک علماء کی بات تسلیم کرنے کا اصول صرف اپنی جماعت اور گروہ کے علماء تک محدود ہوتا ہے۔اسکے برعکس اہل حدیث کسی عالم کی بات محض گروہی تعصب کی بنیاد پر رد نہیں کرتے بلکہ کتاب وسنت سے ٹکرانے یا بے دلیل ہونے کی وجہ سے چھوڑتے ہیں اور ایسا کرنا عین ایمان کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا)

اے ایمان والو، اللہ کی فرمانبرداری کرو اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اُن کی بھی جو معاملہ کا اختیار رکھتے ہیں۔پھر اگر کسی چیز میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملہ کو اللہ اور اُسکے رسول کی طرف لوٹا دو۔یہی خیر ہے، اور انجام کے اعتبار بھی یہی بہتر ہے۔[سورۃ النساء:59]

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بعض حضرات یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ علماء کی بات ماننا لازم ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اسکا حکم دیا ہے۔لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ اس آیت میں ''اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم'' اولوالامر سے پہلے اور مستقل دیا گیا ہے۔کیا اولوا الامر کی

بات اللہ اور اسکے رسول پر مقدم ہے؟ کیا علماء کتاب وسنت سے بڑھ کر ہیں؟ آیت میں تو علماء کو بذات خود حجت بھی نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ اختلاف کی صورت میں معاملہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنے لیے کہا گیا ہے۔ اگر علماء کی بات خود دلیل ہوتی تو اسے اللہ اور اسکے رسول کی طرف پھیرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ علماء کی بات ماننے کا حکم قرآن وسنت سے مطابقت رکھنے کی صورت میں ہے نہ کہ مستقل۔ وہ خود دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل کا محتاج ہے۔

۵۔ اہل حدیث شریعت کے مقابلہ میں کسی عالم کی بات تسلیم نہیں کرتے

اگر کوئی شخص علماء کی بات اللہ کی وحی کے مقابلہ میں تسلیم کرتا ہو یا علماء کو چیزوں کے حلال وحرام قرار دینے کا اختیار دیدیتا ہو تو یہ انہیں رب اور معبود کا درجہ دینے کے برابر ہے۔

عدی بن حاتم فرماتے ہیں:

''أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ فَقَالَ: يَا عَدِيُّ أَلْقِ هَذَا الْوَثَنَ مِنْ عُنُقِكَ وَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ بَرَاءَةَ حَتَّى أَتَى عَلَى هَذِهِ الْآيَةِ ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا لَمْ نَتَّخِذْهُمْ أَرْبَابًا قَالَ: بَلَى، أَلَيْسَ يُحِلُّونَ لَكُمْ مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ فَتُحِلُّونَهُ وَيُحَرِّمُونَ عَلَيْكُمْ مَا أُحِلَّ لَكُمْ فَتُحَرِّمُونَهُ؟ فَقُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ''۔

میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے اپنے گلے میں صلیب لٹکا رکھی تھی۔ آپ نے (دیکھا تو) فرمایا: اے عدی، اپنے گلے سے اس وثن (یعنی بت) کو نکال پھینکو۔ میں آپ کے قریب ہوا تو میں نے سنا آپ سورہ براءت (سورہ التوبہ) پڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ اس آیت پر پہنچے ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾" انھوں نے (یعنی یہود ونصاریٰ نے) اپنے احبار (عالموں) اور رُہبان (عابدوں) کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا۔" اس پر میں

نے کہا: اَے اللہ کے رسول، ہم نے انہیں اپنا رب نہیں بنایا تھا۔ آپ نے فرمایا: یقیناً، کیا ایسا نہیں تھا کہ جب وہ (اللہ کی) حرام کی ہوئی چیزوں کو تمہارے لیے حلال کر دیتے تھے تو تم اُنہیں اپنے لیے حلال مان لیتے تھے اور جب وہ (اللہ کی) حلال کی ہوئی چیزوں کو تمہارے لیے حرام قرار دیتے تھے تو تم ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے۔ میں نے کہا: ہاں، (ایسا تو تھا)۔ آپ نے فرمایا: یہی تو اُن کی عبادت ہے۔ [جامع بیان العلم: باب فساد التقلید ونفیہ والفرق بین التقلید والاتباع 1140]

(سنن الترمذی، سنن البیہقی) عن عدی (حسن) [الحدیث حجۃ بنفسہ ص 77]

یعنی اللہ کی شریعت کے مقابلہ میں علماء کی بات تسلیم کرنا شرک ہے۔ آدمی چاہے انہیں رب اور معبود کا مرتبہ دے یا نہ دے ان کی بات شریعت کے خلاف ہونے کے باوجود تسلیم کر لینا انہیں شریعت ساز تسلیم کرنا ہے اور یہی انہیں رب قرار دینا ہے۔

✦ ✦ ✦

ساتویں غلط فہمی:

اہل حدیث کی دعوت کا مقصد امت میں اختلاف پیدا کرنا ہے

کیا ہر اختلاف برا ہوتا ہے؟ نہیں، بلکہ وہ اختلاف برا ہے جو حق کی مخالفت میں کیا جائے۔ حق سے اختلاف گمراہی ہے۔ لیکن باطل سے اختلاف فرض ہے۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ آپ صحیح کو غلط کہیں اور غلط کو صحیح۔ اگر یہ طرز اختیار کیا جائے تو معاشرہ میں نہی عن المنکر کا عمل ختم ہو جائے گا بلکہ صحیح اور غلط کا فرق بھی ختم ہو جائے گا۔ لہذا غلط باتوں کی تردید ضروری ہے چاہے وہ غلطی گمراہی ہو یا پھر علمی خطا۔

ا۔ اہل حدیث کے نزدیک مذموم اختلاف وہ ہے جو حق کے مقابلہ میں کیا جائے

اصل برائی حق سے اختلاف ہے۔ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کا انکار کرنا یا اس کی خلاف ورزی کرنا اور اہل حق سے الگ ہو کر اپنا ایک گروہ بنا لینا اللہ کے نزدیک عذاب دیئے جانے کے لائق عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ)

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور واضح دلیلیں آ جانے کے بعد آپس میں اختلاف کرتے رہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے سنگین عذاب ہے۔ [سورۃ آل عمران:105]

معلوم ہوا کہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد اس کی پیروی کرنے کے بجائے اپنی ضد پر اڑے رہنا

اور آپس میں لڑنا جھگڑنا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

لیکن اتحاد کے نام پر ایک دوسرے کی دینی غلطیوں کو نظر انداز کر دینا اور اصلاح کے لیے زبان نہ کھولنا صحیح نہیں، کیونکہ مقصد محض اتحاد و اتفاق نہیں ہے چاہے وہ صحیح چیز پر ہو یا غلط پر بلکہ اصل مقصود مسلمانوں کا حق پر جمع ہونا ہے۔ لہذا دلائل سے ثابت شدہ حق پر جمع ہونے کے لیے پر امن طریقہ سے صحیح بات بیان کر دینا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اہل علم بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

۲۔ اختلافِ امت کے وقت نجات اتباع سنت میں ہے

نبی ﷺ نے بعد کے دور میں امت میں پیدا ہونے والے اختلاف کی پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ آپ نے اس وقت یہ نہیں کہا کہ ہر شخص اپنی بات پر باقی رہ کر اتحاد قائم رکھے بلکہ اختلافِ امت کے اس دور میں آپ نے اپنی اور اپنے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی راہ اپنانے کی تاکید کی تھے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

'' مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ''۔

تم میں سے جو میرے بعد جیے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو (ایسے دَور میں) تمہارے لیے میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سُنت (کی اتباع) لازم ہے۔ اسے مضبوطی سے تھام لو بلکہ اپنے داڑھ کے دانتوں سے پکڑے رہو۔ اور خبردار (دین میں نکالی گئی) نئی نئی چیزوں سے بچتے رہنا کیونکہ (ایسی) ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(مسند احمد، سنن ابی داود، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ، مستدرک الحاکم) عن العرباض بن ساریہ [صحیح الجامع 2549] (صحیح)

اگر واقعی غور سے دیکھا جائے تو دکھائی دے گا کہ اپنی رائے کو دین قرار دے کر اس پر اصرار کرنا اور

دین میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کرنا ہی اصل اختلاف کی جڑ ہے۔

۳۔ اختلاف امت کی صورت میں سنت کو تھامنا آسان کام نہیں

بعد کے دور میں بگاڑ اتنا عام ہو جائے گا کہ امت میں اختلاف کے وقت اس اختلاف کو مٹانے کے لیے نبوی حل کی طرف رجوع عملاً ختم سا ہو جائے گا۔ لوگ فرقہ واریت اور گروہی تعصب کی عینک لگا کر معاملات کو حل کریں گے۔ ایسے وقت میں کتاب وسنت کو دوسری چیزوں پر مقدم رکھنے والوں کو بڑی مخالفت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِندَ اخْتِلَافِ أُمَّتِي كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ''۔

میری اُمت کے بگاڑ کے دور میں میری سُنت کو تھامے رہنے والے کا حال ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی شخص انگارہ تھامے ہوئے ہو۔ (الحکیم فی (نوادر الاصول) عن ابن مسعود [صحیح الجامع 6676] (حسن)

۴۔ اہل حدیث کے نزدیک حق بات کرنا لازم ہے چاہے وہ گراں گذرے

لوگوں کی دشمنی اور ناراضگی کے خوف سے حق بات کو چھپا لینا آدمی کو لوگوں کے درمیان سستی شہرت ومقبولیت اور وقتی عافیت تو دلا سکتا ہے لیکن وہ اللہ کے یہاں انسان کو تبیین حق کی ذمہ داری سے بری نہیں کر سکتا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ''۔

خبردار، ایسا نہ ہو کہ ایک شخص علم رکھتا ہو لیکن محض لوگوں کی ہیبت اسے حق بات کہنے سے روک دے۔ (سنن الترمذی سنن ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہم) عن ابی سعید [سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی 4344] (صحیح)

۵۔ منکرات کے خلاف بولنا ضروری ہے

اللہ کے نبی ﷺ نے بعد کے دور میں اہل حق کی خاص فضیلت یہی بیان کی ہے کہ وہ لوگوں کو غلط باتوں سے منع کریں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ مِنْ أُمَّتِي قَوْماً يُعْطَونَ مِثْلَ أُجُورِ أَوَّلِهِمْ يُنْكِرُونَ الْمُنْكَرَ''۔

میری امت میں بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہیں پہلوں کی طرح اجر عطا کیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دوسروں کو برائیوں سے منع کریں۔ (مسند احمد) عن رجل. [صحیح الجامع 2224] (صحیح)

ظاہری بات ہے کہ اس منع کرنے کے بعد کچھ لوگ ان کی بات مانیں گے تو کچھ نہیں مانیں گے اور نتیجہ میں اختلاف ضرور ہوگا۔ لیکن محض اس ڈر سے کہ اختلاف ہو جائے گا برائیوں کی تردید چھوڑ دینا نبوی منہج اور دعوتی حکمت کے سراسر خلاف ہے۔

٦۔ علوم دین کو خرافات کی ملاوٹ سے پاک کرنا ضروری ہے

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ''۔

اِس علم کے حامل بعد والوں میں سے ایسے لوگ ہوں گے جو عُدول (یعنی تقویٰ و کردار کے اعتبار سے قابل اعتماد افراد) ہوں گے، جو اِس (علم) کو غُلو (یعنی زیادتیاں) کرنے والوں کی تحریفات سے، اور جھوٹے دعوے کرنے والوں کے دعووں سے اور جاہلوں کی بیجا تاویلات سے پاک کریں گے۔

(سنن البیہقی) عن ابراہیم بن عبدالرحمن العذری [تحقیق مشکاۃ 248] (صحیح)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کو تحریفات و بیجا تاویلات سے محفوظ رکھنے کے لیے غلطیوں

کی تردید ضروری ہے ورنہ دین کی اصل تعلیمات خرافات اور رسم و رواج کے پردوں کے پیچھے چھپ کر رہ جائیں گی۔ لہٰذا اہل حق ہمیشہ سے حفاظتِ دین کی اس ذمہ داری کو نبھاتے آئے ہیں اور آئندہ بھی نبھاتے رہیں گے۔

اسی طرح جو لوگ گمراہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اہل حق ثابت کرنے کے درپے ہوں اور امت کے بھولے بھالے افراد کو اپنی پُرفریب باتوں میں پھانس کر انہیں اپنی دنیا بنانے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہوں ایسے لوگوں کی حقیقت واضح کرنا نہ صرف حق کا دفاع ہے بلکہ امت کے ساتھ خیر خواہی کا اہم تقاضا ہے۔

لہٰذا اہل حدیث کے خطابات یا تصنیفات میں جہاں دینِ حق کی وضاحت اور خیر کی ترغیب ہوتی ہے وہیں باطل اور اہلِ باطل کی تردید بھی ہوتی ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر کسی قابلِ اعتماد شخصیت سے بھی کسی مسئلہ میں علمی خطا ہو جائے تو اسے بھی حفاظتِ دین اور وضاحتِ حق کے جذبہ کے تحت اہل حدیث بیان کر دیتے ہیں۔ اس میں کسی شخصیت کی تردید مقصود نہیں ہوتی بلکہ اصل مقصود بیانِ حق ہوتا ہے۔ دراصل اہل حدیث کے ہاں حق کا مقام شخصیات سے کہیں اونچا ہے۔

✦ ✦ ✦

آٹھویں غلط فہمی:

اہل حدیث
اجماع امت کو نہیں مانتے

اہل حدیث کو غلط ثابت کرنے کی کوشش میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اہل حدیث امت کے اجماع کو نہیں مانتے۔لیکن عام طور سے اس سلسلہ میں بات کرنے والوں کو خود اجماع کی تعریف معلوم نہیں ہوتی ہے۔کبھی وہ اکثریت کو اجماع قرار دیتے ہیں تو کبھی عوام میں رائج عمل کو،اور بعض اجماع کے دعوے محض دعوے ہی ہوتے ہیں، جب واقعی تحقیق کی جاتی ہے تو خود سلف میں اس سلسلہ میں اختلاف نکل آتا ہے، بلکہ خود اجماع کا دعویٰ کرنے والوں ہی کی جماعت کے قابل ذکر افراد اس قسم کے اجماع کی تردید کر چکے ہوتے ہیں۔

ا۔ اہل حدیث کے نزدیک ثابت شدہ اجماع حق ہے

حقیقت یہ ہے کہ کتاب وسنت کے بعد خود اجماع بھی اہل حدیث کے نزدیک دلیل اور حجتِ شرعیہ ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اجماع محض گمان یا دعویٰ نہ ہو بلکہ ایک ثابت شدہ اجماع ہو۔

اجماع کیا ہے؟ ابو المعالی الجوینی الورقات میں فرماتے ہیں:

’’وَاِمَّا الْإِجْمَاع فَهُوَ اتِّفَاق عُلَمَاء الْعَصْر على حكم الْحَادِثَة ونعني بالعلماء الْفُقَهَاء ونعني بالحادثة الْحَادِثَة الشَّرْعِيَّة‘‘۔

اجماع یہ ہے کہ کسی ایک زمانہ کے علماء پیش آمدہ معاملہ میں کسی ایک فیصلہ پر متفق ہو جائیں،اور علماء

سے ہماری مراد فقہاء ہیں اور پیش آمدہ معاملہ سے مراد شرعی معاملہ ہے۔[الورقات ص 24]

اہل حدیث کے نزدیک اجماعِ امت خود ایک دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سبیل المؤمنین کی خلاف ورزی کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾

اور جو شخص اِس رسول (کی تعلیمات) سے اختلاف کرے جبکہ ہدایت اُس پر واضح ہو چکی ہو اور ایمان والوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور ہی راہ اختیار کر لے تو ہم اسے وہیں موڑ دیں گے جہاں اس نے خود رُخ کیا ہے اور جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔[سورۃ النساء:115]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز پر سارے اہل ایمان جمع ہو جائیں اس کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ اہل ایمان کا کسی چیز پر جمع ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ چیز اللہ کے نزدیک حق ہے، کیونکہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے باطل پر متفق ہونے سے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ اللهَ تعالى لا يَجْمَعُ أُمَّتِي على ضَلالَةٍ''۔

اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائے گا۔

(سنن الترمذی) عن ابن عمر۔[صحیح الجامع 1848](صحیح)

یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ پوری امت ایک غلط بات کو صحیح سمجھنے لگے۔ ہر دور میں ایک یا کئی اہل علم ایسے ضرور ہوں گے جو حق و صواب پر قائم رہیں گے۔ بعض اہل علم کا خطا کر جانا بلاشبہ ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ کسی گمراہی پر پوری امت متفق ہو جائے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بعض لوگوں کا بلکہ اکثر لوگوں کا بھی کسی چیز پر جمع ہو جانا اجماع نہیں۔
پھر اگر یہ لوگ علماء بھی نہ ہوں بلکہ محض عوام ہوں تو پھر ایسا اتفاق اپنی قوت بلکہ وقعت بھی کھو دیتا ہے۔
پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اجماع میں شریک ہونے والے علماء بھی محض نام نہاد علماء نہ ہوں بلکہ قرآن وسنت کی گہری بصیرت رکھنے والے علماء ہوں کیونکہ تحقیق سے عاجز ہونے کا اقرار کر کے کسی کی تقلید کرنے والے پر فقیہ و عالم کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے؟ علماء وہی ہیں جو انبیاء سے منقول علم کے وارث ہوں، اور نبی ﷺ نے اپنے بعد قرآن وسنت کا علم چھوڑا ہے نہ کہ فرضی قیاس آرائیاں۔ لہذا عالم وفقیہ کہلانے کا حقدار وہی ہے جس کا قلب قرآن وسنت کے علم سے مزین ہو۔

۲۔ بہت سے اجماع کے دعووں کی حقیقت محض گمان ہوتا ہے

اہل حدیث اجماع کو مانتے ہیں لیکن کیا اجماع کا ہر دعویٰ بغیر دلیل وتحقیق کے مان لیا جائے؟ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ بہت سے بولنے اور لکھنے والے بعض مسائل میں اجماع کا دعویٰ کر دیتے ہیں لیکن جب واقعی تحقیق کی جاتی ہے تو ان مسائل میں اہلِ علم کا اختلاف موجود ہوتا ہے۔

اسی لیے امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مَنْ ادَّعَى الإِجْمَاعَ فَهُوَ كَذِبٌ لَعَلَّ النَّاسَ قَدْ اخْتَلَفُوا''۔

جو اجماع کا دعویٰ کرے اُس نے جھوٹ بات کہی کیونکہ بہت ممکن ہے (اس معاملہ میں) لوگوں میں اختلاف ہوا ہو (جس کا اسے علم نہ ہو)۔

[مسائل الامام أحمد روایۃ ابنہ عبداللہ ص:438-439 رقم 1587]

اور یہ بات معلوم ہے کہ ایک مجتہد بھی اگر اس اتفاق سے الگ رہے تو اجماع منعقد نہیں ہوتا۔ اختلاف کی صورت میں فیصلہ قلیل وکثیر کی بنیاد پر نہیں بلکہ قرآن وسنت سے مطابقت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ لہذا بعض حضرات کا بعض مختلف فیہ مسائل میں اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے محض اجماع کا

دعویٰ کردینا مکڑی کے جالے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

۳۔ اہل حدیث کے نزدیک قائلین کی کثرت حجت نہیں

بعض حضرات خصوصاً عوام اپنے زعم میں اکثریت کو اجماع سمجھ کر دوسروں سے اپنی بات منوانے کی ضد کرنے لگتے ہیں حالانکہ اجماع اور اکثریت میں واضح فرق ہے۔ پھر یہ اکثریت عالمی اکثریت بھی نہیں ہوتی بلکہ محض علاقائی اکثریت ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی من پسند چیز کو ثابت کرنے پر تل جاتا ہے تو وہ بے بنیاد چیزوں کو حق اور گمان کو دلیل قرار دینے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ)

اور اگر تم زمین میں اکثریت کی بات ماننے لگ جاؤ تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے کیونکہ (اکثریت کا حال یہ ہے کہ) وہ محض گمان پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

[سورۃ الانعام:116]

معلوم ہوا کہ "اکثریت ہمیشہ حق پر ہوتی ہے" کوئی قرآنی قاعدہ نہیں ہے بلکہ قرآن تو خود ایسے لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو اس اصول کو اپناتے ہیں۔ ایسا اصول انسان کی گمراہی کا یقینی سبب بن سکتا ہے کیونکہ کبھی اہل حق زیادہ ہوتے ہیں کبھی کم۔ بلکہ عموماً اہل حق کم ہی ہوتے ہیں۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لَا تَسْتَوْحِشْ طُرُقَ الْهُدَى لِقِلَّةِ أَهْلِهَا وَلَا تَغْتَرَّ بِكَثْرَةِ الْهَالِكِينَ''۔

ہدایت کی راہوں پر چلنے والوں کی قلت دیکھ کر اس سے گھبرا مت جانا اور ہلاک ہونے والوں کی

کثرت سے دھوکا نہ کھانا۔ [الآداب الشرعیہ ج1 ص263]

لہٰذا اکثریت کے پیچھے چلنے میں انسان کو بہت بڑا دھوکہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اکثریت ہلاک ہونے والوں کی ہوسکتی ہے۔ایک حدیث سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے۔

۴۔ اکثریت غلطی پر ہوسکتی ہے

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ''۔

[صحیح مسلم: کتاب الایمان 208]

وفي رواية:

''فَقِيلَ: مَنْ الْغُرَبَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: أُنَاسٌ صَالِحُونَ فِي أُنَاسِ سُوءٍ كَثِيرٍ مَنْ يَعْصِيهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُطِيعُهُمْ''۔

(مسند احمد) عن ابن عمرو۔[صحیح الجامع 3921] (صحیح)

اسلام شروع ہوا تو وہ اجنبی تھا۔ایک وقت آئے گا کہ وہ دوبارہ اُسی طرح اجنبی ہو جائے گا جیسے ابتداء میں تھا،تو اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہے۔

ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول، یہ غرباء (اجنبی) کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ کچھ نیک لوگ ہوں گے جن کے اطراف بُرے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہوگی۔ان کی بات کو ٹھکرا دینے والے قبول کرنے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

اس حدیث سے آخری دور کا حال معلوم ہوتا ہے کہ اس بعد کے دور میں اہل حق کم ہوں گے اور اہل باطل کی اکثریت ہوگی۔اہل حق کی بات ماننے والے تھوڑے لوگ ہوں گے اور مخالفت کرنے والے زیادہ۔

جو لوگ اکثریت ہی کو حق مانتے ہیں ان سے سوال ہے کہ کیا اہل حق کی قلت حق کو باطل بنا دیتی ہے؟ نہیں، حق حق ہی رہتا ہے چاہے ماننے والے تو ڑے ہوں یا زیادہ۔ لہذا محض لوگوں کی گنتی کو حق و باطل میں فرق کا پیمانہ بنانا خود کو اور دیگر لوگوں کو گمراہی میں ڈالنے کا یقینی ذریعہ ہے۔

نویں غلط فہمی:

اہل حدیث دہشت گردی کی تعلیم دیتے ہیں

اسلام کی دعوت کے فروغ اور عالمی سطح پر قبولِ اسلام کے سیلاب کو روکنے کے لیے کہیں سیاسی مکر کے تحت تو کہیں مشنری پروپیگنڈے کے تحت اسلام پر یہ تہمت لگائی جا رہی ہے کہ اسلام دہشت گردی کو فروغ دینے والا دین ہے۔ اپنے اپنے ذاتی مفادات کے تحت یہ ظالمانہ و مجرمانہ کوشش آج ساری دنیا میں میڈیا، بعض مذہبی حلقوں اور سستی سیاست کے ماہروں کی طرف سے کی جا رہی ہیں۔

مسلکی تعصب میں مبتلا بعض نادان مسلمان اس جھوٹے پروپیگنڈے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہی روش اہل حدیث کے خلاف اختیار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ آج یہ ایک بہت ہی آسان اور کارگر حربہ ہو گیا ہے کہ ایک علاقہ میں کوئی اہل حدیث قرآن وسنت کی دعوت کامیابی کے ساتھ دینے لگے تو اسکی دعوت کو روکنے کے لیے اس پر کسی طرح دہشت گرد ہونے کا الزام لگا دیا جائے اور اسے پولیس کے ذریعہ پریشان کیا جائے اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اس سے دور کر دیا جائے۔

۱۔ اہل حدیث کے نزدیک زمین میں فساد بری چیز ہے

نہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے نہ اس کے اصل پیروکار اہل حدیث۔ اسلام میں فساد ایک ممنوع چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ)

اور زمین میں فساد کی چاہت نہ رکھ، اللہ فساد پیدا کرنے والوں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔

[سورۃ القصص:77]

اہلحدیث کے نزدیک نہ صرف یہ کہ عملاً زمین میں فساد پھیلانا برا ہے بلکہ اس کی چاہت رکھنا اور اس کے لیے اسباب مہیا کرنا بھی ایک برا عمل ہے۔

۲۔ غیر مسلموں سے بھی بھلائی اور عدل کا سلوک کرنا چاہئے

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہل حدیث کے نزدیک لوگ اپنے اپنے اعتبار سے اچھے سلوک کے مستحق ہیں چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ)

جن لوگوں نے تمہارے ساتھ نہ جنگ کی اور نہ تمہیں اپنے گھروں سے نکالا، اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے لوگوں کے ساتھ بھلائی اور عدل وانصاف کرنے سے نہیں روکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو عدل وانصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [سورۃ الممتحنہ 8]

معلوم ہوا کہ کسی کا محض غیر مسلم ہونا اسے برّ (یعنی اچھے سلوک) اور قسط (یعنی انصاف) سے محروم نہیں کرتا۔

۳۔ اہل حدیث کے نزدیک ناحق قتل حرام ہے

یہ سمجھنے کے لیے کہ اسلام میں جان (خواہ وہ مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی) کی اہمیت کیا ہے قرآن کریم کی ایک آیت کا مطالعہ ہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا)

اور اسی لیے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ جو کوئی شخص کسی کو اس طرح قتل کر دے کہ نہ وہ کسی کی جان لینے پر (قصاص ہو) اور نہ ہی زمین میں فساد پر (اس کی سزا) ہو تو یہ ایسا (سنگین جرم) ہے کہ گویا اُس نے پوری انسانیت کو قتل کر ڈالا۔ اور (اس کے برعکس) وہ شخص (ہے) جو کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اُس نے ساری انسانیت کی جان بچالی۔ [سورۃ المائدۃ/32]

قرآن کریم کی اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کے قتل کے برابر ہے اور ایک انسان کی جان بچالینا گویا ساری انسانیت کو زندگی دینے کے برابر ہے۔

۴۔ اہل حدیث کے نزدیک کافر پر بھی ظلم جائز نہیں

زندگی کی قدر و قیمت کا یہ اصول اتنا اہم ہے کہ کسی کی جان لینا تو دور کسی غیر مسلم کو ستانا بھی اسلام کی نگاہ میں جرم ہے۔ کسی شخص کا مسلمان ہونا اسے یہ حق نہیں دے دیتا کہ وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ زیادتی کرے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ وَإِنْ كَانَ كَافِرًا فَإِنَّهُ لَيْسَ دُونَهَا حِجَابٌ''۔

مظلوم کی فریاد سے بچتے رہو، چاہے وہ کافر (اسلام کو نہ ماننے والا) ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اُس کی فریاد (اور اللہ کے درمیان) کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

(مسند احمد، ابو یعلی، الضیاء) عن انس. [صحیح الجامع 119] (حسن)

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ظلم ظلم ہے چاہے وہ کسی کے ساتھ بھی کیا جائے۔

ایک غیر مسلم کے ساتھ بھی زیادتی کرنا ایک مسلمان کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔

جو حقائق ان آیات واحادیث میں مذکور ہیں اہل حدیث اسی کے قائل وداعی ہیں۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ہر دین ودھرم کے ماننے والوں میں اور ہر مسلک ومذہب کے پیروؤں میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو سماج کے امن کو خراب کرتے ہیں۔ لہذا کسی ایک ہی طبقہ کو سماج میں بدامنی کا ذمہ دار قرار دینا عدل وانصاف کا قتل ہے۔ پھر کسی غیر ذمہ دار شخص کی کسی حرکت پر پوری جماعت کو مجرم ٹھہرانا ایسا ہی ہے جیسے کسی ایک شخص کی غلطی پر اسکے پورے گھر والوں کو مجرم بنا کر انہیں پھانسی دے دینا، چاہے وہ خود اسکی حرکتوں کی تردید واصلاح کرنے میں ہی کیوں نہ لگے ہوں۔

اور یہ ظلم وناانصافی اور تہمت تراشی کہ بدترین شکل ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ فِرْيَةً: لَرَجُلٌ هَاجَى رَجُلاً فَهَجَا الْقَبِيلَةَ بِأَسْرِهَا''۔

[ابن ماجہ، بیہقی، الادب المفرد عن عائشہؓ صحیح الجامع 1569 (صحیح)]

یقیناً اللہ کے یہاں سب سے بڑا جھوٹا اور بہتان باز وہ شخص ہے جو کسی کے ساتھ ہجو گوئی کرے تو پورے قبیلے ہی کی ہجو کر دے۔

✦ ✦ ✦

دسویں غلط فہمی:

اہل حدیث مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں

کسی کو کافر قرار دینے، اس پر کفر کا فتویٰ لگانے کو تکفیر کہتے ہیں۔ تکفیر ایک بہت ہی نازک اور ذمہ دارانہ اقدام ہے۔ بعض حالات میں یہ کام ضروری ہوجاتا ہے لیکن یہ اتنا حساس معاملہ ہے کہ اس میں ذاتی رنجش یالاپروائی اور جہالت کی بنیاد پر کیا ہوا فیصلہ خود تکفیر کرنے والے کو اللہ کے ہاں مجرم بنادیتا ہے۔

ا۔ اہل حدیث کے نزدیک بلاتحقیق کسی پر کفر کا فتوی لگانا حرام ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا''۔ [۱۲]

جو شخص بھی اپنے (مسلمان) بھائی کو" اے کافر" کہتا ہے یہ بات دونوں میں سے ایک پر ضرور لوٹتی ہے۔

[صحیح بخاری: کتاب الادب 6104۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان 91]

صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ''۔

---

(۱۲) وأصلُ البَوَاء اللُّزُوم. (هـ) وَمِنْهُ الْحَدِيثُ «فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا» أَي الْتَزَمَه وَرَجَعَ بِهِ. [النهاية في غريب الحديث والأثر 1/ 159]

اگر وہ شخص واقعی ویسا ہو تو ٹھیک ورنہ یہ بات بولنے والے ہی پر لوٹ آتی ہے۔

[صحیح مسلم: الایمان 92]

اور ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''إِنْ كَانَ كَافِرًا وَإِلَّا كَفَرَ بِتَكْفِيرِهِ''۔

اگر وہ واقعی کافر ہو تو ٹھیک ورنہ یہ بولنے والا اس تکفیر سے خود کفر کا مُرتکب ہو جاتا ہے۔

(صحیح ابن حبان) [صحیح الترغیب 2775] (صحیح لغیرہ)

معلوم ہوا کہ اگر فیصلہ حقیقت پر مبنی ہو تو تکفیر کرنے والا اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے لیکن اگر معاملہ اسکے برعکس ہو تو اس کا دوسروں کو کافر قرار دینا خود اپنے کفر کا سبب بن جاتا ہے۔

بعض اوقات ایک انسان جہالت کی بنا پر کسی ایسے عمل کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جو اگرچہ کفر یا شرک ہوتا ہے لیکن محض لاعلمی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ کفر و شرک کو اپنے لئے حلال کرتے ہوئے نہیں کرتا بلکہ اُسے تو اس عمل کے کفر یا شرک ہونے کا سرے سے علم ہی نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں علم والے شخص کی ذمہ داری اسکی تکفیر نہیں بلکہ تعلیم ہوتی ہے۔ اسکی مزید وضاحت خود نبی کریم ﷺ کے ایک واقعہ سے ہوتی ہے۔

۲۔ فعل پر حکم لگانا اور فاعل پر حکم لگانا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں:

ابو واقد اللیثی فرماتے ہیں:

''خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ إِلَى حُنَيْنٍ وَنَحْنُ حَدِيثُو عَهْدٍ بِكُفْرٍ وَكَانُوا أَسْلَمُوا يَوْمَ الْفَتْحِ قال فَمَرَرْنَا بِشَجَرَةٍ فقلنا يَا رَسُولَ اللهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ وَكَانَ لِلْكُفَّارِ سِدْرَةٌ يَعْكُفُونَ حولها وَيُعَلِّقُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ يدعونها ذَاتَ أَنْوَاطٍ فَلَمَّا قُلْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ قال: اللهُ أَكْبَرُ! وقلتم وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا

قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى: {اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ} لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ''۔

رسول اللہ کے ساتھ ہم حُنین کی طرف نکلے اور ہمارا کُفر کا زمانہ ابھی قریب ہی تھا ۔(راوی کہتے ہیں کہ) یہ حضرات فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے فرماتے ہیں: ہم ایک پیڑ کے پاس سے گذرے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول، ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی ذات انواط بنا دیجیے جیسا اِن (مشرکین) کے لیے ذاتِ انواط ہے۔ یہ دراصل کفار کا ایک پیڑ تھا جسکے اطراف وہ جمع ہو جایا کرتے اور (جنگ میں غلبہ پانے کے لیے) اپنے ہتھیار اُس پر لٹکاتے تھے۔ اُسے وہ ذاتِ انواط کے نام سے پکارتے تھے۔ (صحابی کہتے ہیں:) جب یہ بات ہم نے نبی ﷺ سے کی تو آپ نے (بے ساختہ) کہا: اللہ اکبر، اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تمہاری یہ بات بالکل اُسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے (موسیٰ سے) کہا تھا {اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ} کہ ہمارے لیے ایک ایسا ہی معبود بنا دو جیسے اِن (مشرکین) کے لیے معبود ہیں۔ اِس پر موسیٰ نے ان سے کہا: تم لوگ یہ بڑی جہالت (کی بات) کر رہے ہو۔ (اسکے بعد اللہ کے نبی نے فرمایا:) تم ضرور اُن لوگوں کے راستے پر چلو گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔

(مسند احمد، سنن الترمذی وابن ابی عاصم فی ''السنۃ'' واللفظ لہ) [ظلال الجنہ رقم 76] (صحیح)

اس واقعہ میں غور طلب چیز یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے انکے ذات انواط کے مطالبہ کو بنی اسرائیل کے معبودانِ باطل کے مطالبہ ہی کے مثل قرار دیا لیکن چونکہ یہ حضرات ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے اور بہت سی باتیں نہیں جانتے تھے اس لیے آپ نے انہیں کافر نہیں قرار دیا بلکہ انکے عمل پر انہیں تنبیہ کر کے واضح کیا کہ ان کا عمل کتنا سنگین ہے۔ لہٰذا عدم واقفیت کی بنیاد پر کفر کا جملہ کہہ دینے والے کو کافر قرار دینے کے بجائے اس کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہیے۔

۳۔ اہل حدیث کے نزدیک مجرم وہ ہے جو حق واضح ہوجانے کے باوجود حق کا انکار کرے

بعض اوقات تحقیق یا فہم کی غلطی کے نتیجہ میں کسی صاحبِ علم سے بھی کوئی ایسا قول یا عمل سرزد ہوجاتا ہے جس پر کفر کا حکم لایا جائے۔ لیکن خود اس شخص پر یہ حکم نہیں لگایا جاتا بلکہ اسے خطا کار قرار دیا جاتا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وَأَمَّا " التَّكْفِيرُ ": فَالصَّوَابُ أَنَّهُ مَنْ اجْتَهَدَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَقَصَدَ الْحَقَّ فَأَخْطَأَ لَمْ يُكَفَّرْ بَلْ يُغْفَرُ لَهُ خَطَؤُهُ. وَمَنْ تَبَيَّنَ لَهُ مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ فَشَاقَّ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَاتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ فَهُوَ كَافِرٌ. وَمَنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ وَقَصَّرَ فِي طَلَبِ الْحَقِّ وَتَكَلَّمَ بِلَا عِلْمٍ: فَهُوَ عَاصٍ مُذْنِبٌ ''۔ [مجموع الفتاوی ج12 ص180]

جہاں تک تکفیر کا معاملہ ہے تو اِس میں صحیح بات یہی ہے کہ امتِ محمدیہ میں سے کسی نے حق کی طلب میں اجتہاد کیا لیکن اس میں خطا کر گیا تو اُس کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ (اللہ کے ہاں بھی) اُسکی خطا معاف کردی جائے گی۔ اسکے برعکس جس شخص پر رسول کی لائی ہوئی بات واضح ہوجائے اور وہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے باوجود بھی رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کے راستے کے بجائے کسی اور راہ پر چلنے لگے تو ایسا شخص کافر ہے۔ اور (تیسرا) وہ شخص (ہے) جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اور طلبِ حق میں کوتاہی کرے اور بلا علم کچھ کہہ جائے تو ایسا شخص نافرمان گناہگار ہے (کافر نہیں)۔

معلوم ہوا کہ حق واضح ہوجانے کے بعد اس کا انکار کردینا آدمی کو کافر بنادیتا ہے۔ ایسے شخص کا کفر واضح ہوجانے کے بعد بھی، خصوصاً جبکہ وہ اپنے ان کفریہ افکار کو امت مسلمہ میں عام کررہا ہو، اسے مسلمان قرار دینا دینی غیرت کے ضعف اور امت مسلمہ سے خیر خواہی میں کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا معاملہ اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک واضح مثال ہے۔

لہٰذا یہ بات ذہن نشین رہے کہ ایک آدمی تک دلائل کے نہ پہنچنے کی وجہ سے حق مخفی رہ جائے یا پھر

دلیلوں کو سمجھنے میں غلطی کر جانے کی وجہ سے اس کا فیصلہ کتاب وسنت سے ٹکرائے تو اسکے سامنے حق واضح کرنے کے بجائے اس پر کفر کے فتوے لگانا خیر خواہی کے تقاضے اور داعیانہ صفت بصیرت اور رحمت وشفقت کے خلاف ہے۔

تکفیر کے سلسلہ میں اہل حدیث کا یہی منہج ہے۔لیکن چونکہ بہت سے لوگ ان باتوں کے سمجھنے کے لیے اہل حدیث علماء یا اس موضوع پر موجود کتابوں کی طرف رجوع نہیں کرتے اس لیے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض اعمال کے بارے میں بعض لوگ جب اہل حدیث سے سنتے ہیں کہ ایسا اور ایسا کرنا کفر یا شرک ہے تو فوراً سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اہل حدیث ان اعمال کے مرتکب ہر شخص کو کافر قرار دیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ اہل حدیث کے نزدیک لاعلمی میں مبتلا شخص کا معاملہ جانتے بوجھتے حق کے انکار کرنے والے سے مختلف ہے۔

آخری بات

تحقیق اور عدل وانصاف علم وکردار کے اعتبار سے اعلیٰ ترین اوصاف ہیں۔ وہ لوگ جو کسی بھی جماعت یا مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اگر تعصب سے اوپر اٹھ کر خالص علمی انداز میں منہجِ اہل حدیث کو سمجھنے کی کوشش کریں تو ان پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ یہ منہج کتاب وسنت کے دلائل پر مبنی ہے۔لیکن اگر کوئی شخص آنکھیں بند کر لے اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس لے اور پھر فیصلہ کرنے بیٹھ جائے تو ایسے شخص سے حق اور انصاف کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں علم اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے علم میں بصیرت اور ایمان وعمل میں استقامت عطا فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر موت تک قائم رکھے۔

أَقُولُ قَوْلِي هَذَا وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ لِي وَلَكُمْ

18/اگست 2013

10/شوال 1434ھ